UNIVERSAL LIBRARY
OU_188722
UNIVERSAL LIBRARY

page missing book

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٩٢٢٣٩ ط ١١ Accession No. ٢٨٠٩

Author ظہور الحسن، سید 2809

Title ازواج النبی

This book should be returned on or before the date last marked below.

مرتبہ کتاب ہذا خاکپائے زمن سید ظہور الحسن موسوی مؤلف تاریخ دربار دہلی
یادگار خاندان سید السادات حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددی!

نذر سلطان

میں اپنی اس نئی کتاب کو

علیاحضرت صاحبہ جاہ و جلال ملکہ سراپا کمال واقبال ہز ہائینس

نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ زاد اللہ دولت

ابد مدت سے معنون اور ممدوحہ محترمہ کی خدمت میں بکمال ادب

نذر کرتا ہوں اس لئے کہ جو نسائی کمالات اور خاتونہ خصوصیات

اعلیٰ کمال کے ساتھ محتشم البہا کی ذات ستودہ صفات میں جمع ہوگئے

ہیں وہ سوائے حضور عالیہ کے اور کسیکو اس نذرانہ کے قبول

کرنے کا مستحق نہیں ثابت کرسکتے۔ لہذا میں اس واجب الادب

نذرانہ کو اس حریم عفت کے سامنے پیش کرکے بہزاران آرزو

عرض پرداز ہوں کہ ؏ گر قبول افتد زہے عز و شرف

دعاگوئے دولت

سید ظہور الحسن موسوی مؤلف تاریخ دربار دہلی

قومی پولیس چھتہ لال میاں
(صوبہ دہلی)

عرض

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

کتب سیر و تاریخ میں ازدواج رسالت و امہات الامہ کے واقعات بیشک درج ہیں مگر کوئی ایسی خاص کتاب جس میں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازدواج مطہرات کے حالات مستقل طور پر لکھے اور خاص کوشش و جستجو سے ایک جگہ جمع کئے ہوں نہیں شائع ہو سکی۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محترم بیبیوں کے حالات بہترین نمونہ ہیں ہماری عورتوں کی زندگی کے لئے اُن نیک بیبیوں کے ہی واقعات سے مسلمان خاتونوں کو معلوم ہو سکتا ہے کہ عورت کے لئے دینداری و پرہیزگاری عفت و عصمت نیک نفسی و خداترسی کی زندگی کیسی ہوتی ہے اور جن نیک نفس معصوم و محترم بیبیوں کو خدا تعالےٰ اپنے افضل الرسل و خاتم الانبیاء پیغمبرؐ کی زوجہ مطہرہ بننے کے لئے منتخب کیا تھا اُن کی زندگیاں بہ لحاظ خدا کی عبادت رسول کی تبعیت ماں باپ کی عزت و حرمت اور شوہر کی اطاعت کرنیکے ہماری عورتوں کے واسطے بہترین سبق ہیں۔ آجکل تعلیم نسواں پر بہت زور دیا جا رہا ہے اور جس قدر لڑکیاں آجکل مدارس میں تعلیم پا رہی ہیں اُن کی عشر عشیر بھی دس برس پہلے نہیں پڑھتی تھیں۔ لیکن اگر تعلیم کے ساتھ انہیں دینی آداب و سچے اسلامی اخلاق و عادات نہ بتلائے گئے تو آئندہ زمانہ مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک ہوگا اسی خیال سے میں نے محنت و جستجو سے کام لیکے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے دلچسپ اور سراپا نصیحت و ہدایت واقعات کو اس رسالہ میں مرتب کر دیا تاکہ تعلیم یافتہ بیبیاں انہیں پڑھ کے معلوم کر لیں کہ دینداری و عصمت شعاری کی زندگی کیسی ہوتی ہے

ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں مردوں کی اخلاقی حالت میں جو باہمی
اختلافات اور فرق ہے اس سے بدرجہا زیادہ مختلف مقامات ہند کی عورتوں کی معاشرت
میں ہے بلکہ عورتوں میں تو ایک ہی شہر کے مختلف خاندانوں اور گروہوں کے گھروں میں
ایسا زمین و آسمان کا اختلاف نظر آتا ہے کہ دیکھنے والوں کو بے انتہا حیرت ہوتی ہے اور پھر
ان معاشرتی اختلافات میں اس قدر بے اعتدالی ہے کہ ایک خاندان اور سوسائٹی کی لڑکی
دوسرے خاندان میں بیاہی جاتی ہے تو ہر چیز کو اپنے مذاق اور اخلاق کے بالکل برعکس پاتی ہے
اور محض اختلافات معاشرت کی وجہ سے دنیا اُس کے حق میں دوزخ بنجاتی ہے۔ مثلاً
بعض سوسائٹیوں میں شرم حجاب اور اپنی خاندانی فضیلت پر جھوٹا ناز اسقدر بڑھا ہوا
ہے کہ ان میں اپنی شرافت و عصمت پیغمبر زادیوں اور قرون اولی کی معصوم صفت
بیبیوں سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی نظر آتی ہے اس کے مقابل بعض خاندانوں اور جماعتوں
میں پاک دامنی کے ساتھ بیباکی و آزادی اور شوخ چشمی اور زبان زوری اسقدر اعتدال
سے زیادہ ہے کہ دیکھنے والے دانتوں سے اُنگلیاں کاٹنے لگتے ہیں۔ ان دونوں اور
اسی طرح کے تمام مختلف المذاق طبقوں کی معاشرت کو اعتدال اور یکسانی و یکرنگی پر
لانے والی یہی کتاب ہوسکتی ہے جو ایسی پاک بیبیوں کے حالات بتاتی ہے جن کی
بزرگی اور اُن کے قابل پیروی ہونے میں کسی کو شک نہیں ہوسکتا۔

علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحوں پر عیسائی اور دیگر معاندین
اسلام اعتراض کیا کرتے ہیں اس کتاب میں ان تمام اعتراضوں کا قطعی جواب دیا گیا
ہے اور ثابت کردیا ہے کہ آپ پر نکاح کسی خاص ضرورت و مصلحت پر مبنی تھا اور ان
نکاحوں کی غرض خدا ترسی یکجہتی و ترقی اسلام تھی نہ (معاذ اللہ) نفسانی خواہش
بہر تقدیر یہ نہایت ہی ضروری کتاب ہے جسے ہر مسلمان کے زنانخانے میں ضرور رہنا چاہیئے

خاکسار سید ظہور الحسن موسوی مؤلف تاریخ دربار دہلی۔ دہلی چھتہ لال میاں

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

خدیجہ نام طاہرہ لقب اُن کے والد خویلد قریش کے معزز قبیلے میں سے تھے اور فاطمہ بھی۔ ان کا شجرہ نسب باپ کی طرف سے اس طرح پر ہے۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی۔ قصی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ کا نام ہے۔ اس صورت میں ام المؤمنین بی بی خدیجہ کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ نسب سے جا ملتا ہے ماں کی طرف سے اُن کا شجرہ نسب یوں ہے۔ خدیجہ بنت فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی۔ اس صورت میں ان کا سلسلۂ نسب دسویں پشت میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب تک پہنچ جاتا ہے اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ام المؤمنین خدیجہ نجیب الطرفین تھیں انکا جناب پیغمبر صاحب سے خاندانی تعلق ظاہر کرنے کی غرض سے خود پیغمبر صاحب

اور ام المومنین کا شجرہ نسب ذیل میں درج ہوتا ہے۔

	عدنان	
نزار	معد	
مضر	الیاس	
	مدرکہ	خزیمہ
	نضر	کنانہ
فہر	مالک	
غالب	لوئی	عامر
	کعب	معیص
	مرہ	عبد
	کلاب	حجر
عبدالعزیٰ	قصی	رواحہ
	عبد مناف	ہرم
	ہاشم	اصم
اسد	عبدالمطلب	زائدہ
خویلد	عبداللہ	فاطمہ
خدیجہ	محمد رسول اللہ	خدیجہ

ان کی ولادت سنہ ۵۵۵ء اور سنہ ۵۷ کسروی میں ہوئی زمانہ جاہلیت جو زبونی حالت

تجھکو ضرورت سے زیادہ سمجھ کر چھوڑ نہ بیٹھیں اور پھر پیغمبر صاحب کے شرف ازواج سے محروم رہجاؤں یہ سوچ کر انھوں نے ایک روز جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں سن رسیدہ اور بڑھیا ہوگئی ہوں اور میرے تواے بالکل ضعیف اور کمزور ہوگئے ہیں اور مجھ میں کسی طرح کی خواہش نام کو باقی نہیں رہی میری منتہائی آرزو یہ ہے کہ آپ کے ازواج کے رجسٹر میں میرا نام باقی رہے اور قیامت کے روز ان ہی بیبیوں میں میرا بھی حشر ہو۔ میں اپنی باری اور اپنا حق بطوع خاطر بی بی عائشہ کو دیتی ہوں پیغمبر صاحب نے بی بی سودہ کی اس درخواست کو قبول فرمایا ان کو طلاق نہیں دی۔

جس زمانہ میں پیغمبر صاحب مدینے میں تشریف لائے ہیں مدینہ قصبہ بھی نہیں ایک گاؤں تھا اور اس کا نام مدینہ بھی حضرت کا رکھا ہوا ہے ورنہ اس کا اصلی نام تھا یثرب چنانچہ قرآن میں بھی مدینہ کو یثرب فرمایا ہے یثرب کے معنی عربی میں ہیں۔ اُجڑے خراب ہوا۔ پیغمبر صاحب کو بُرے ناموں سے تھی نفرت آپ نے اس کا نام مدینہ رکھا تب سے یہی نام پڑگیا جس کے معنی ہیں شہر۔ یثرب کی آب و ہوا بھی خراب تھی۔ حمّیٰ یثرب کی تپ مشہور تھی نام کے ساتھ پیغمبر صاحب کی برکت سے آب و ہوا بھی بدل کر درست ہوگئی یثرب میں بیت الخلا بھی نہ تھے شرفا کی بہو بیٹیاں رفع حاجت کیلئے جھٹ پٹے کا وقت تاک کر گاؤں کے باہر جاتی تھیں اور اس سے تو پیغمبر صاحب کی ازواج مطہرات بھی مستثنیٰ نہ تھیں گاؤں کے نوجوان آتی جاتیوں کو دیکھتے بھی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بہت ناگوار تھی اور وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح امہات المومنین کو پردے میں بیٹھنے کا حکم دیا جائے اس لئے بار بار جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ کی بابت عرض کیا کرتے تھے مگر پردے کے

بارے میں کوئی وحی تو آئی نہ تھی پیغمبر صاحب اپنی طرف سے کیسے حکم دیدیتے
ایک دن کا ذکر ہے کہ بی بی سودہؓ رفع حاجت کیلئے باہر نکلیں شام کا جھٹ پٹے کا وقت تھا کچھ تاریکی پھیل چلی تھی ان کے ساتھ ایک بی بی اور بھی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پہچان کر کرخت لہجہ میں کہا سودہ میں نے تم کو دیکھ لیا ہے بی بی سودہ خاموشی کے ساتھ چلی گئیں اور فراغت کے بعد واپس آئیں تو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ کی شکایت کی اور کہا کہ ہم اپنی ضرورت کو بھی باہر نہ نکلا کریں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ میں عورتوں کو ان کی ضروریات کے لیئے باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا بی بی سودہ کے یہاں جناب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اولاد نہیں ہوئی پہلے شوہر سکران سے ایک بیٹا ہوا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا سودہ کا انتقال ۱۹ھ حضرت عمر کی خلافت کے آخری دور میں مدینہ میں ہوا اور یہیں دفن بھی ہوئیں ان کی نظروں میں دنیا کی جاہ وجلال ذرا بھی وقعت نہیں رکھتا تھا ان کی سیر چشمی اور فیاضی کی بہت سی مثالیں کتب حدیث سے مستنبط ہوتی ہیں از انجملہ یہ کہ حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ ان کے پاس درہموں کی زنبیل بھیجی اُنھوں نے یہ سمجھ کر کہ زنبیل میں کھجوریں ہونگی کیونکہ اس زمانہ میں زنبیل میں کھجوریں ہی بھری جاتی تھیں خادم سے پوچھا کہ کیا کھجوریں ہیں۔

خادم نے عرض کیا کہ نہیں درہم ہیں۔ بی بی سودہؓ نے کہا کہ کھجوریں ہوتیں تو کھانے کے کام میں آتیں درہم لیکر کیا کریں چنانچہ زنبیل بھرے ہوئے درہم فوراً خیرات کردیئے۔

اس نکاح کے وقت حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور سودہ دونوں کی حالت پر نظر کیجائے تو ماننا پڑے گا کہ خلاف تقدس کوئی امر طرفین کو

نکاح کا محرک نہیں ہوا حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی تو حالت یہ تھی کہ دعوت اسلام کی وجہ سے اپنے ہی عزیز و قریب یعنی سارا قبیلہ قریش کنفس واحدہ مخالفت پر کمر بستہ تھے مارنے مرنے پر مستعد ہے

وظلم ذوی القربی اشد مضاضۃ
علی المرء من وقع الحسام المہند

گھر میں خدیجہؓ کی ہمدردی اور دلدہی سے راحت ملتی تھی اور باہر ابوطالب کی حمایت سے اتنا تھا کہ جان کی طرف سے اطمینان تھا مگر مشرکوں نے غریب نومسلموں کا دم ناکوں میں کر رکھا تھا اور پیغمبر صاحب ان کی تکالیف کو اپنی ذاتی تکالیف سے زیادہ احساس فرماتے تھے۔ اتنے میں پہلے تو خدیجہؓ نے انتقال کیا اور بعد ابوطالب نے اب وہ الغریق یتشبث بالحشیش جتنا امن وامان بھی تھا گیا گذرا ہوا۔ خدیجہ اور ابوطالب کی مفارقت کا صدمہ جو پیغمبر صاحب پر ہوا ہم اُس کا ٹھیک اندازہ نہیں کر سکتے مگر ہاں کتابوں سے اتنا پتہ ملتا ہے کہ پیغمبر صاحب ابوطالب کے جنازے کے ساتھ بے اختیار زار و قطار روتے تھے۔ ایسی حالت میں نکاح کی کیا سوجھ سکتی تھی بلکہ خدیجہ لڑکیاں چھوڑ مری تھیں محتاج پرداخت اور ان کی پرداخت کے لئے سودہؓ جیسی سن رسیدہ تجربہ کار اور سب سے بڑھکر مسلمان عورت کا ہونا ضرور تھا سودہ کے نکاح کو تکثیر سے تو کچھ تعلق نہیں پیغمبر صاحب کی یہ دوسری بی بی ضرور تھیں مگر خدیجہ کے انتقال کے بعد اکیلی نہ ان کے حین حیات ؛

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نام عائشہ کنیت ام عبد اللہ لقب صدیقہ ان کے والد ابوبکر صدیق پیغمبر

صاحب کے جانشین اول جو اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک انبیاء کے بعد تمام بنی آدم میں بہتر و افضل ہیں۔ والدہ ام رومان جو عامر بن عویمر کی بیٹی تھیں بی بی عائشہ رض والد کی طرف سے قریشیہ ہیں جیسا کہ پیغمبر صاحب کے شجرہ نسب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا سلسلۂ نسب چھ واسطوں سے پیغمبر صاحب کے شجرہ نسب سے جا ملتا ہے اور ماں کی طرف سے کنانیہ کیونکہ ان کی والدہ ام رومان عامر بن عویمر بن شمس بن ازینہ بن سبیع بن دہمان بن الحارث بن غنم بن مالک بن کنانہ کی بیٹی تھیں۔

فہر سے پہلے اس سلسلے میں جس قدر قبائل تھے سب کنانیہ کہلائے جاتے تھے فہر کے وقت سے ان کا لقب قریش مشہور ہوا بی بی عائشہ رض ہجرت مدینہ سے نو برس پہلے مکے میں پیدا ہوئیں ان کے والد ابوبکر صدیق ہجرت مدینہ سے ۱۳ برس پہلے یعنی نبوت کے پہلے برس اور پہلے برس کے بھی ابتدائی دنوں میں مشرف باسلام ہو چکے تھے اور ان کے تھوڑے دنوں بعد ام رومان اسلام لے آئی تھیں اس لئے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بی بی عائشہ رض پر ایک لمحہ کفر کا زمانہ نہیں گذرا اور دنیا میں آتے ہی پرورش کے واسطے اسلامی آغوش پایا۔ بی بی عائشہ رض کچھ اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی نہ تھیں کہ اُن کی پرورش میں والدین کو خواہی نخواہی زیادہ توجہ ہوتی ان کے بھائی بہن اور بھی تھے لیکن جس چیز نے والدین کی نظروں میں اُن کو زیادہ عزیز زیادہ باوقعت ثابت کیا وہ اُن کی غیر معمولی ذہانت اور طبیعت کی تیزی اور خداداد حسن وصورت اور سلیقہ شعاری اور ادب اور بلند خیالی تھی والدین ان کو سب بچوں سے زیادہ پیار کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کی پرورش میں کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے تھے اور اسی وجہ سے بہ نسبت اور بھائی بہنوں کے

ان کا نشو و نما بھی اچھا ہوا

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا چھ برس کی تھیں کہ ان کا نکاح جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت مدینہ کے تین برس پہلے ہوا۔ بی بی خدیجہ رض کے انتقال سے پیغمبر خدا کو جو صدمہ ہوا اس کا کسی طرح اندازہ نہیں ہو سکتا اور صدمہ ہونے کی بات بھی تھی کہ خانہ داری کا سارا انتظام ان ہی کے ہاتھ میں تھا اور مخالفین اسلام کی یورش کچھ ان کی وجہ سے اور کچھ پیغمبر صاحب کے چچا ابو طالب کی وجاہت سے دبی ہوئی تھی ان دونوں کے آگے پیچھے انتقال کرتے ہی کفار مکہ کی طرف سے طرح طرح کی تکلیفیں خود پیغمبر صاحب اور نو مسلموں کو پہنچنے لگیں جس سے پیغمبر صاحب کا رنج و غم دو بالا ہو گیا پیغمبر صاحب ایک عرصہ تک اس رنج و غم میں مبتلا رہے ایک دن کا ذکر ہے کہ پیغمبر صاحب کو مخالفین اسلام سے زیادہ تکلیف پہنچی اور اس قسم کی تکلیفیں ہمیشہ پہنچتی ہی رہتی تھیں شب کو گھر تشریف لائے تو بی بی خدیجہ کو اور ان کی اس غم خواری اور دلدہی کو یاد کر کے سخت مغموم ہوئے حکیم بن الاوقص کی بیٹی عثمان بن مظعون مشہور صحابی کی بیوی خولہ آپ کے پاس آئیں اور لگیں عرض کرنے یا رسول اللہ آپ کوئی نکاح کیوں نہیں کر لیتے پیغمبر صاحب نے فرمایا کہاں کروں اور کس سے کروں کہا اگر آپ چاہیں کواری عورت سے شادی کریں چاہیں دوہاجن سے فرمایا بھلا کواری کون ہے اور دوہاجن کون ہے کہا کواری تو ابو بکر کی بیٹی عائشہ ہے اور دوہاجن زمعہ کی بیٹی سودہ اور ان دونوں کے آپ پر کچھ نہ کچھ حقوق بھی ہیں عائشہ کے باپ ابو بکر آپ کے دینی بھائی ہیں اور وہ ابتدا سے آپ کے دکھ درد کے شریک رہے ہیں اور سودہ ایک عرصے سے آپ کے فرمانبرداروں میں داخل ہیں پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اچھا تو ابو بکر اور زمعہ سے جا کر کہو خولہ

خوشی خوشی پہلے ابوبکر صدیق رضؓ کے گھر گئیں ابوبکرؓ تو مکان پر موجود تھے نہیں انھوں نے بی بی عائشہ رضؓ کی والدہ ام رومان سے کہا کہ بی بی! مبارک ہو خدا تعالےٰ نے تمہارے لئے بڑی خیر و برکت کا سامان کر دیا ہے ام رومان نے پوچھا وہ کیا؟ کہا مجھے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں تم کو پیغمبر صاحب کے ساتھ عائشہ کے نکاح کا پیام دوں ام رومان نے تعجب سے کہا کہ خولہ! کیا عائشہ کا نکاح پیغمبر صاحب سے ہو سکتا ہے میرے خیال میں تو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عائشہ کے باپ ابوبکر پیغمبر صاحب کے بھائی کہلاتے ہیں اور جب وہ پیغمبر صاحب کے بھائی کہلائے گئے تو عائشہ پیغمبر صاحب کی بھتیجی ہوئی اور چچا بھتیجی میں نکاح کیسا لیکن خولہ تم ذرا ٹھہرو عائشہ کے باپ آیا ہی چاہتے ہیں ان سے کہوں گی تو وہ کوئی معقول جواب دینگے تھوڑی دیر میں ابوبکر بھی آگئے اور خولہ نے ان سے بھی وہی کہا کہ ابوبکر! خدا نے تمہارے لئے بڑی خیر و برکت کا سامان کر دیا ہے۔ یعنی پیغمبر صاحب نے عائشہ رضؓ کے ساتھ اپنے نکاح کا پیام تم کو دیا ہے ابوبکر نے کہا میں یہ پیام بطوع خاطر منظور کرتا ہوں لیکن بات یہ ہے کہ میں پیغمبر صاحب کا بھائی ہوں اور خولہ کیا ایک بھائی کی لڑکی دوسرے بھائی کے لئے حلال ہے خولہ نے کہا کہ تم صبر کرو میں ابھی جا کر پیغمبر صاحب سے یہ مسئلہ پوچھ آتی ہوں چنانچہ خولہ پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا واقعہ بیان کیا پیغمبر صاحب نے فرمایا میرے دینی بھائی ہیں قرابتی بھائی نہیں ہیں اور ایک دینی بھائی کی لڑکی سے دوسرے دینی بھائی کا نکاح ہو سکتا ہے۔ خولہ ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور انھوں نے اسی وقت پیغمبر صاحب کو بلا کر عائشہ کا نکاح آپ سے کر دیا اس وقت بی بی عائشہ کی عمر چھ سال کی تھی اور جناب پیغمبر صاحب کی پچاس

برس کی چونکہ اس وقت بی بی عائشہ کی عمر بہت چھوٹی تھی اس سے والدین نے ان کو اس موقعہ پر رخصت نہیں کیا ہجرت مدینے کے ایک برس بعد جب کہ ان کی عمر نو برس کی تھی وداع کی گئیں پیغمبر صاحب کی ازواج میں صرف ایک یہی کواری تھیں باقی سب دہاجنیں۔

بی بی عائشہ رضؓ سے پیغمبر صاحب کو کس قدر محبت تھی اس کا ثبوت ذیل کی چند حکایتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) پیغمبر صاحب کو وفات مرض پیش آیا تو آپ نے تمام ازواج مطہرات کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں ایام علالت عائشہ رضؓ کے گھر گزاروں کیونکہ وہاں میری تیمارداری اچھی طرح ہوگی بیبیوں نے عرض کیا جہاں آپ کو آرام ملے تشریف رکھیں چنانچہ پیغمبر صاحب زمانۂ وفات تک بی بی عائشہ رضؓ ہی کے گھر رہے اور اس واقعہ کو بی بی عائشہ رضؓ پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد اکثر مواقع پر فخراً اس طرح بیان فرمایا کرتی تھیں کہ یوں تو خدا کے مجھ پر بہت سے احسان ہیں مگر ایک وہ احسان جس کے ساتھ اُس نے مجھے مخصوص فرمایا خصوصیت سے قابل ذکر کہ پیغمبر صاحب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو اپنی بیویوں سے اجازت لیکر زمانۂ وفات تک میرے ہی گھر رہے اور میری ہی باری کے دن اور میری ہی گود میں آپ نے وفات پائی اور میرے ہی حجرے میں مدفون ہوئے (بخاری و مسلم)

(۲) ایک مرتبہ عید کے موقعہ پر حبشیوں کے چند لڑکے مسجد نبوی کے صحن میں بی بی عائشہ رضؓ کے حجرے کے سامنے بانک پٹے کی طرح کھیل رہے تھے۔ بی بی عائشہ رضؓ کا بیان ہے کہ پیغمبر صاحب

نے مجھ سے فرمایا کہ تم ان کا تماشا دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض
کیا ہاں۔ فرمایا تو اچھا میری پیٹھ کے پیچھے کھڑی ہو جاؤ۔ میں اپنی
ٹھوڑی آپ کے بازو پر رکھکر کھڑی ہو گئی۔ اور لگی تماشا دیکھنے
تا وقتیکہ میں تماشا دیکھنے سے نہیں اُکتائی پیغمبر صاحب میری
خاطر کھڑے رہے تو اب تم اندازہ کر لو کہ نوعمر اور کھیل کود کی حریص
لڑکی کس قدر کھیل کود کی آرزو مند ہوتی ہے۔ بس یہی حال میرا تھا
یعنی میں بہت دیر تک تماشا دیکھتی رہی اور پیغمبر صاحب میری
خاطر کھڑے رہے۔

پیغمبر صاحب کو بی بی عائشہؓ جو اس قدر عزیز تھیں تو کچھ اس وجہ سے نہ
تھیں کہ وہ حسین اور خوبصورت تھیں دوسری بیبیاں جیسے صفیہؓ اور
زینب بنت جحشؓ وغیرہما ان سے بہت زیادہ حسین تھیں بلکہ اپنی دانشمندی خصائل
حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کی وجہ سے عزیز تھیں اور اس وجہ سے پیغمبر صاحب اکثر اوقات
معاملات خانہ داری میں ان ہی سے مشورہ لیا کرتے اور یہ ایسی تدبیر بتاتیں
کہ پیغمبر صاحب کو اس پر عمل کرنے میں ذرا بھی تردد نہ ہوتا ان کی زبان نہایت
صاف اور شستہ تھی اور گفتگو میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ معقولیت اور
اثر زیادہ ہوتا تھا یہی وجہ تھی کہ پیغمبر صاحب گھر تشریف لاتے تو ان ہی سے
باتیں کرتے اور جب ان کی گفتگو کا سلسلہ شروع ہوتا تو آپ خاموش
بیٹھے سنا کرتے چونکہ باتیں معقول اور نتیجہ خیز ہوتی تھیں پیغمبر صاحب بہت
پسند فرماتے تھے پیغمبر صاحب فطرتاً رحمدل اور نیک مزاج اور خوش خلق
تھے اور عموماً اپنی بیویوں کے ساتھ خوش خلقی اور نرمی اور حسن معاشرت
کے ساتھ پیش آتے تھے بی بی عائشہ رضؓ جب نئی نئی بیاہی گئیں ہیں تو ان کی

والدہ ام رومان نے اُن کے بچپن کے کھلونے ان کے ساتھ کر دیئے تھے اور
اس خیال سے کہ لڑکی ہے نوعمر پہلے پہل تنہا گھر میں رہے گی تو طبیعت اُکتا جائیگی
انصار مدینہ کی لڑکیوں کو جو اُن کی ہمجولیاں تھیں ان کے ساتھ کھیلنے کو بھیجدیا کرتی
تھیں بی بی عائشہ رضؓ گھر کے معمولی کام کاج سے فارغ ہوئیں اور اپنی سہیلیوں کے
ساتھ گڑیاں کھیلنے بیٹھ گئیں ایسے موقع پر پیغمبر صاحب آ نکلے تو لڑکیاں
ادہر اُدہر چھپ جاتیں مگر پیغمبر صاحب خود ایک ایک کو پکڑ پکڑ کر بی بی عائشہ
کے پاس بھیجتے اور فرماتے جاؤ کھیلو اور کسی بات کا خوف نہ کرو پیغمبر صاحب
کبھی کبھی اپنی بیویوں سے مزاح اور خوش طبعی بھی کیا کرتے تھے اور زیادہ
تر بی بی عائشہ رضؓ سے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم غزوہ تبوک یا شاید غزوہ حنین سے واپس تشریف لائے بی بی عائشہؓ
کے گھر میں ایک طاق تھا اور اس پر پردہ پڑا رہتا تھا طاق میں بی بی عائشہ رضؓ
کی گڑیاں گڈے بنے سنورے ترتیب کے ساتھ رکھے ہوئے تھے اتفاق
سے ہوا چلی اور پردہ اُٹھ گیا پیغمبر صاحب نے طاق کی طرف
اشارہ کر کے بی بی عائشہ سے فرمایا یہ کیا ہے۔ اُنھوں نے کہا میرے
کھیلنے کی گڑیاں۔ گڑیوں کے بیچ میں کپڑے کا گھوڑا بھی تھا جس کے
کاغذ کے دو پر بھی لگے ہوئے تھے پیغمبر صاحب نے اس گھوڑے کی
طرف اشارہ کر کے فرمایا اور یہ کیا ہے جواب دیا گھوڑا فرمایا اور گھوڑے
کے پر بھی ہوا کرتے ہیں بی بی عائشہ رضؓ نے برجستہ جواب دیا کہ آپ نے سنا
نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے پردار گھوڑے تھے یہ سنکر پیغمبر صاحب
کھلکھلا کر ہنس پڑے (بخاری)

باوجود پیغمبر صاحب کی اس قدر محبت اور مہربانی کے بی بی عائشہ

پیغمبر صاحب کی پیغمبری کا انتہا سے زیادہ ادب کرتیں اور بلحاظ شوہر ہونے کے آپ کی بیحد عزت کرتیں تھیں ساری عمر میں کبھی ایسا موقعہ پیش ہی نہیں آیا کہ اپنے مرتبے کی حد سے متجاوز ہوئی ہوں جو امر پیغمبر صاحب کے خلاف شان یا خلاف طبیعت ہوتا اس کو عمل میں لانے کی جراٴت ہی نہیں کرتیں پیغمبر صاحب کی خانہ داری اور بعض خارجی حالات کو دریافت کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتیں اور معلوم ہوئے پیچھے ان کو پیغمبر صاحب کا راز سمجھکر محفوظ رکھتیں۔

بی بی عائشہ رضؓ کا پیغمبر صاحب کی بہترین بیوی ہونے کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ قصہ افک میں ان کی برات خدا نے قرآن مجید میں نازل فرمائی یہ قصہ قرآن مجید کے سورہٴ نور کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں مجملاً اور کتب احادیث وتفاسیر میں مفصلاً مذکور ہے ہم نہایت اختصار کے ساتھ اس مقام پر اس کا مذکور کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی سفر کو تشریف لے جاتے تو امہات المومنین یعنی اپنی بیویوں میں قرعہ ڈال لیا کرتے جنکے نام قرعہ نکلتا ان بی بی کو اپنے ساتھ لے جاتے چنانچہ ہجرت کے پانچویں برس غزوہٴ بنی مصطلق سے پہلے ایک غزوے کے لئے جاتے ہوئے پیغمبر صاحب نے قرعہ ڈالا بی بی عائشہ کے نام کا قرعہ نکلا اور وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ گئیں لوٹتیوں کو مدینہ تھوڑی دور باقی تھا کہ ایک جگہ مقام ہوا اور کچھ رات رہے سے چل کھڑے ہوئے۔ بی بی عائشہ رضؓ قضائے حاجت کے لیئے پڑاوٴ سے باہر چلی گئی تھیں وہاں اُن کا منکوں کا ہار جو چلتے وقت اپنی بہن اسماء سے مستعار لائی تھیں ٹوٹ کے گر پڑا اپنی جگہ پر واپس آئیں تو خبر ہوئی ہار ڈھونڈھنے پھر واپس گئیں وہاں ڈھونڈھنے میں لگی دیر یہ لوٹ کر آنے نہیں پائی تھیں کہ لشکر کوچ کر گیا بی بی عائشہ ہلکی پھلکی نوعمر تو تھیں

ہی ساربان سمجھا کہ یہ اپنے کجاوے میں ہیں بند کا بند اونٹ پر لاد لیا یہ واپس آئیں تو اس جگہ کسی کو نہ پایا خیال کیا کہ آخر کوئی نہ کوئی مجھے ڈھونڈھنے آئے گا اپنی جگہ بیٹھ گئیں اور بیٹھے بیٹھے سو گئیں لشکر کے پیچھے ایک آدمی رہا کرتا ہے جو لوگوں کی گری پڑی چیز اٹھا لیتا ہے اتفاق سے وہ آدمی صفوان بن معطل تھا وہ جو آیا دور سے آدمی کی پرچھائیں دیکھکر آواز دی اور جب معلوم ہوا کہ ام المومنین بی بی عائشہ رضؓ ہیں تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر پرے ہٹ گیا۔ خود اونٹ سے اُتر پڑا۔ اور بی بی عائشہ رضؓ کو اونٹ پر بٹھا کر مہار ہاتھ میں لے آگے آگے ہو لیا یہاں تک قافلہ منزل پر پہنچا اور لوگوں نے عائشہ رضؓ کو گم پایا تو لگے آپس میں گفت و شنید کرنے لوگ ابھی گفت و شنید کر ہی رہے تھے کہ بی بی عائشہ جا پہونچیں اور صفوان نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔

بات تو اتنی ہی تھی مگر منافقوں نے خوب خوب حاشیے چڑھائے سب سے زیادہ عبد اللہ بن ابی منافق نے اس کا چرچا کیا اور بہت سے مسلمان بھی اس آفت میں پھنسے پیغمبر صاحب مدینے پہنچے اور منافقوں کی گفت و شنید کا حال معلوم ہوا تو بی بی عائشہ رضؓ سے کشیدہ رہنے لگے اتنے میں یہ بیمار ہو گئیں اگرچہ ان منافقوں کے بہتان و افترا پردازی کی ابھی تک کچھ بھی خبر نہ تھی لیکن اتنا تو یہ بھی جانتی تھیں کہ پیغمبر صاحب اس سے پہلے بیماری کی حالت میں ان کے ساتھ جو کیا کرتے تھے اب نہیں کرتے گھر میں تشریف لاتے ہیں تو صرف اس قدر پوچھ لیتے ہیں کہ تم کیسی ہو اور بس اتفاق سے ایک دن شام کو جھٹ پٹے کے وقت بی بی عائشہ رضؓ مسطح کی ماں کو جو رشتے میں ان کی پھوپی تھیں ساتھ لے کر قضائے حاجت کے لئے مدینے کے باہر تشریف لے گئیں مسطح اگرچہ مسلمان مہاجر تھا اور جنگ بدر میں بھی شریک

ہوا تھا مگر بدقسمتی سے منافقوں کے ساتھ اس چرچے کی آفت میں پھنس گیا تھا۔

الغرض جب بی بی عائشہ رضؓ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر لوٹیں تو مسطح کی ماں اپنی چادر میں اُلجھ کر گر پڑیں اور اُس کے منہ سے بیساختہ نکلا مسطح کا کھوج جائے بی بی عائشہ رضؓ نے انکار کے لہجہ میں کہا کہ تم ایسے شخص کو بُرا کہتی ہو کہ جو بدر میں پیغمبر صاحب کے ساتھ شریک جنگ رہا ام مسطح بولی کہ بھولی بھالی بی بی تمہیں کیا معلوم کہ اُس نے تم پر کیسا بہتان لگایا ہے۔ بی بی عائشہ رضؓ نے چونک کر کہا کیسا بہتان رکھا۔ میرا عقیدہ اور میرا یقین تو یہ ہے کہ تم منافقوں کے بہتان اور افترا پردازیوں سے بالکل پاک صاف ہو اور تم ہی جیسی پاک اور عصمت مآب بی بی کو خدا نے اپنے مقدس پیغمبر کے لئے اختیار کیا ہے مگر منافقوں نے خدا ان کا منہ کالا کرے تمہاری نسبت ایسی ایسی باتیں اُڑا رکھی ہیں بی بی عائشہ رضؓ بیمار تو پہلے ہی سے تھیں اس رنج کے صدمے سے رہی سہی اور بھی نڈھال ہو گئیں اور زار و قطار روتی ہوئی گھر آئیں پیغمبر صاحب تشریف لائے تو اجازت لے کے میکے چلی گئیں اور اپنی والدہ ام رومان سے کہا کہ لوگ جو یہ چرچا کر رہے ہیں کیسا ہے۔

ام رومان نے جواب دیا کہ بیٹیا! مجھے ان باتوں سے معاف رکھو لوگوں کے اس چرچے سے تو اوسان ہوش جاتے رہے ہیں اس بارے میں مجز اس کے کچھ نہیں جانتی کہ جب ایک عورت اپنے خاوند کو زیادہ پیاری ہوتی ہے تو اُس کی سوکنوں کو ہمیشہ اس پر رشک ہوا کرتا ہے اور وہ خواہی نخواہی اس پر نکتہ چین ہوا کرتی ہیں بیٹی ماں کی یہہ تقریر سنکر نہایت رنجیدہ ہوئی اور شام سے روتے روتے صبح کر دی

صبح کو اُن کے والد ابوبکرؓ ان کی خیریت کو آئے تو اُن کو روتا دیکھ کر ام رومان سے رونے کا سبب پوچھا ام رومان نے کہا کہ منافقوں کے چرچے کی عائشہ کو ابھی خبر ہوئی ہے اور اسی وجہ سے اُس نے روتے روتے آنکھیں سجالی ہیں ابوبکرؓ روتے ہوئے بیٹی کے پاس آئے اور لگے کہنے بیٹیا رومت اگر تم حقیقت میں اُس الزام سے پاک ہو جو منافقوں نے تمہارے سر چیپکا ہے اور مجھے یقین ہے کہ فی الواقع پاک ہو تو خدا عنقریب اس کا کوئی رستہ نکالتا ہے ادہر پیغمبر صاحب نے علی ابن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو بلا کر بی بی عائشہ کے چھوڑنے میں شورہ لیا اسامہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ عائشہ آپ کی بیوی ہیں اور ہم نے ان میں بجز بھلائی اور نیکی کے اور کچھ نہیں دیکھا اور یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ خدانخواستہ عائشہ رضؓ میں کوئی عیب کی بات ہوتی تو خدائے علام الغیوب ان کو آپ کے خدمات کا شرف ہرگز نہیں دیتا اس کے بعد علی ابن ابی طالب نے کہا یارسول اللہ خدا کی طرف سے عورتوں کے بارے میں آپ پر کچھ تنگی تو ہے نہیں اور دنیا میں عورتوں کا کال بھی نہیں لیکن آپ کو گھر کی لونڈی بریرہ سے دریافت کرنا چاہیئے جو بات ہوگی وہ صاف صاف کہدے گی پیغمبر صاحب نے بریرہ کو بلا کر دریافت کیا تو اُس نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے اُس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے کہ میں نے عائشہؓ میں بجز اس کے اور کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ نو عمر لڑکی ہے گھر کا آٹا گوندھکر سو جاتی ہے اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے اس پر پیغمبر صاحب نے تمام مہاجرین و انصار کو مسجد میں جمع کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور فرمایا اے گروہ مسلمانان تم میں سے کونسا آدمی اُس شخص کے مقابلہ میں میری مدد و حمایت کے لئے کھڑا ہوتا ہے جس نے میری اہلیہ پر

تہمت لگاکر مجھے سخت تکلیف دی بجالا مجھے جہاں تک معلوم ہے میں اپنی بیوی میں بجز نیکی اور بھلائی کے اور کوئی چیز نہیں پاتا اور جس مرد یعنی صفوان بن معطل کی نسبت لوگ چرچا کرتے ہیں میں اس میں کسی طرح کی خرابی نہیں دیکھتا وہ بیشک میرے گھر میں آمدورفت رکھتا تھا مگر ہمیشہ میرے حضور میں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ غیبت میں میرے گھر گیا ہو پیغمبر صاحب کی یہ تقریر سنکر انصار کے سردار سعد بن معاذ اٹھ کھڑے ہوئے اور لگے کہنے یا رسول اللہ میں آپ کی حمایت کو تیار ہوں اگر وہ ہمارے قبیلہ اوس میں سے ہے تو میں خود اس موذی کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔ اور اگر ہمارے بھائی خزرجیوں میں سے ہے تو آپ جو حکم فرمائیں گے تعمیل میں کوتاہی نہ ہوگی۔ اس پر سعد بن عبادہ جو خزرجیوں کے سردار تھے اور عبداللہ بن ابی انصار کے اسی قبیلہ میں سے تھا اٹھ کر لگے کہنے کہ سعد بن معاذ تمہاری یہ ساری تقریر بالکل فضول ہے خدا کی قسم تم میرے کسی آدمی پر ہاتھ اٹھانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ سعد بن عبادہ تھے تو آدمی نیک لیکن اس موقع پر ان کو حمیت قومی نے اس کہنے پر آمادہ کیا اور وہ بھی صرف سعد بن معاذ کے مقابلے میں۔

اسید بن حضیر جو سعد بن معاذ کے چچازاد بھائی تھے سعد بن عبادہ سے مخاطب ہوکر بولے کہ تم جھوٹ بکتے ہو کہ منافق کی طرف سے جھگڑتے ہو۔ اسید کا یہ کہنا تھا کہ دونوں قبیلوں میں غضب کا جوش پیدا ہوگیا اور ایک دوسرے سے کشت وخون کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جھٹ منبر سے اتر آئے اور کمال نرمی اور تحمل سے دونوں قبیلوں کو خاموش کردیا۔ یہاں بی بی عائشہ رض روتے روتے اس قدر ہلکان ہوگئیں کہ ان کے والدین کو خیال ہوا کہ ان کا جگر پھٹا جاتا ہے بی بی عائشہ رو رہی تھیں

اوران کے والدین اِن کے پاس بیٹھے تھے کہ پیغمبر صاحب تشریف لائے
اور سلام علیک کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے حالانکہ اس سے پیشتر جب سے
منافقوں نے ان کے بارے میں چرچا کیا کبھی نہیں بیٹھے تھے اِدھر ایک مہینہ
کامل گزر گیا کہ پیغمبر صاحب پر وحی نہیں اُتری پیغمبر صاحب نے بی بی عائشہ
کے پاس بیٹھتے ہی فرمایا عائشہ مجھے تمہاری نسبت فلاں فلاں باتوں کی خبر ملی
ہے تو اگر تم اُن سے بری ہو اور تمہارا دامن منافقوں کے چرچے کی گندگی سے
پاک ہے تو عنقریب خدا تمہاری صفائی اور برأت ظاہر کردے گا اور اگر تم
گناہ کی مرتکب ہوئی ہو تو خدا سے معافی مانگو اور اس کی جناب میں توبہ کرو کیونکہ گنہگار
آدمی جب توبہ کرتا ہے تو خدا اسکی توبہ قبول فرماتا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
جب یہ تقریر کر چکے تو بی بی عائشہ کی پرنم آنکھوں سے لگا آنسوؤں کا دریا بہنے
اور اُنھوں نے اپنے والد کی طرف روئے سخن کر کے کہا کہ پیغمبر صاحب کو اس کا
جواب دو ابوبکرؓ جو ابھی گردن نیچی کئے بیٹھے تھے سر اُٹھا کر لگے کہنے کہ پیغمبر صاحب
کے اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہے بی بی عائشہ رضؓ نے اپنی ماں ام
رومان سے کہا کہ تم ہی کچھ جواب دو اُنھوں نے بھی انکار کر دیا تب اُنھوں
نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ
لوگوں کی سُنی سنائی باتیں تمہارے دلوں میں کالنقش فی الحجر ہو گئی ہیں اور
یہ جھوٹی افواہیں تمہارے نزدیک مرتبہ تصدیق کو پہونچ گئی ہیں ایسی
صورت میں اگر میں کہتی ہوں کہ میرا دامن اس گناہ سے پاک ہے تو تم لوگ میری
تصدیق ہرگز نہیں کروگے اور اگر کسی بات کا اقرار کرتی ہوں حالانکہ خدا خوب
جانتا ہے کہ میں بالکل پاک اور صاف ہوں تو تم فوراً اُس کی تصدیق کرلوگے
میری تمہاری وہی کہاوت ہے جو یوسف کے والد یعقوب نے اپنے

بیٹوں سے کہی تھی فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون یہ کہکر
بی بی عائشہ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور اپنے بچھونے پر جا لیٹیں یہ اتنا تو جانتی تھیں کہ
خدا ان کو منافقوں کے الزام سے خود بری کرے گا لیکن اس کا وہم و خیال بھی نہ تھا
کہ ان کی شان میں ایسی مستحکم وحی نازل ہوگی جو قیامت تک حافظوں کے سینے اور
قاریوں کی زبان پر جاری رہے گی ان کو صرف یہ توقع تھی کہ خدا اپنے پیغمبر کو
یا تو خواب میں کوئی ایسا واقعہ دکھاوے گا جس سے برات ہو جائیگی یا پیغمبر
صاحب کے دل میں کوئی اسی قسم کی بات ڈال دی جائے گی۔

خدا کا کرنا پیغمبر صاحب اسی مجلس میں تشریف رکھتے تھے اور گھر کے لوگوں
میں سے ابھی تک ایک شخص بھی اپنی جگہ سے نہیں اُٹھا تھا کہ پیغمبر صاحب
پر آثار وحی مترتب ہونے شروع ہوئے باوجودیکہ کڑا کے کا جاڑا پڑ رہا تھا
آپ کے چہرہ مبارک سے پسینے کے قطرے انار کے دانوں کی طرح ٹپک رہے
تھے یہ حالت دیکھکر بی بی عائشہ نے فوراً آپ کو کپڑا اُڑھا دیا اور سر کے نیچے
ایک بڑا سا چمڑے کا تکیہ رکھدیا تھوڑی دیر کے بعد پیغمبر صاحب نے منہ پر
سے کپڑا اُٹھایا اور مسکراتے ہوئے اُٹھے سب سے پہلے جو آپ کی زبان مبارک
سے لفظ نکلے یہ تھے۔

عائشہ! تمہیں خوش ہونا چاہیئے خدا کی قسم تم منافقوں کے الزام سے
بالکل بے لوث ہو۔ خدا نے تمہاری برأت میں یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں پھر
آپ نے سورہ نور کے دوسرے تیسرے رکوع کی آیتیں پڑھیں اپنی برات کی آیتیں
سنکر بستر علالت سے اُٹھ کھڑی ہوئیں اور مارے خوشی کے چہرہ پہ تازگی کے آثار
نمایاں ہو گئے اُنھوں نے جوش مسرت میں پیغمبر صاحب سے مخاطب ہوکر کہا
کہ میں آپ کا اور آپ کے اصحاب کا نہیں بلکہ خدا کا شکر کرتی ہوں کہ اُس نے

اپنے کلام پاک میں میری برات نازل فرمائی اس پیمان کی والدہ ام رومان نے کہا نہیں بیٹیا۔ پیغمبر صاحب کے پاس جاکر ان کی عنایت و مہربانی کا شکر ادا کرو انھوں نے کہا میں تو خدا کے سوا کسی اور کا شکر ادا کروں گی نہیں چاہیے اس میں تم مجھ سے ناراض ہی کیوں نہ ہو غرض پیغمبر صاحب مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر چڑھ کے سورۂ نور کی آیتیں پڑھیں اور عبداللہ بن ابی اور مسطح اور حمنہ[۱] اور ان چار شخصوں کو حد قذف ماری گئی۔

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو بی بی عائشہ کی عمر اس وقت کل اٹھارہ برس کی تھی گویا کچھ کم نو برس کی اس مدت میں پیغمبر صاحب کی خدمت کا شرف ان کو حاصل رہا لیکن یہ اُن کی خداداد ذہانت اور فطری دانشمندی کا نتیجہ تھا کہ اسی نو برس کے عرصہ میں ان کو حدیث و فقہ میں اس قدر کمال حاصل ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے صحابہ یہانتک کہ خلفا رار بعہ ان کی معلومات کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے علم فرائض اور مسائل میراث حل کرنے میں انکو وہ قدرت

---

[۱] حمنہ کے باپ کا نام جحش اور دادا کا رباب تھا ان کی ماں امیمہ بن عبدالمطلب پیغمبر صاحب کی پھوپی تھیں پس حمنہ اس اعتبار سے پیغمبر صاحب کی پھوپی زاد بہن ہوئیں اور چونکہ ان کی بہن زینب بنت جحش پیغمبر صاحب کے زمرۂ ازدواج میں داخل تھیں اس لحاظ سے یہ آپ کی سالی بھی ہوئیں از بسکہ بی بی عائشہ رض ان کی بہن زینب کی سوکن تھیں ان کی حمایت کی وجہ سے حمیت ان پر غالب ہوئی اور افک کے چرچے میں منافقوں کے ساتھ شریک ہو گئیں ورنہ یوں حمنہ نہایت نیک تھیں مہاجرات میں سے تھیں جنگ اُحد میں شریک ہوئی تھیں اور مجاہدین کے لئے پانی کی مشکیں کندھوں پر ڈھو ڈھو کر لاتی تھیں ان کے زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں (از تاریخ ابن اثیر)

حاصل تھی کہ حضرت عمر بن الخطاب جیسے جلیل القدر خلیفہ نے ایک دو دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ میراث کے مسائل اِن سے دریافت کئے اور انھوں نے ان کو پانی کی طرح حل کر دیا حضرت عمر بن الخطاب اور عبد اللہ بن عمر اور ابن عباس اور ابو موسیٰ اشعری اور ابو ہریرہ وغیرہ جلیل القدر صحابی اور احادیث کے عالم اِن سے حدیثیں سنتے اور پھر اُن کو لوگوں سے بیان کرتے تھے ۔

جن تابعینوں نے ان سے روایت کی ہے اگرچہ اصابہ اور اسد الغابہ کے مولفوں نے بڑی کوشش اور جانکاہی سے اپنی اپنی تالیفات میں ان کی فہرست دی ہے لیکن آخر میں صاف کہدیا ہے کہ ان کے علاوہ اور بے شمار تابعی ہیں جو فن حدیث میں بی بی عائشہ رضؓ کے شاگرد ہیں عطاء بن ابی رباح جو ایک مشہور تابعی ہیں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضؓ اپنے وقت کے تمام لوگوں سے زیادہ فقیہہ تھیں اور اُن کی رائے تمام مسائل میں سب سے احسن اور اصوب خیال کی جاتی تھی مشکل سے مشکل اور لا ینحل کو آسانی سے حل کرتی تھیں کہ بڑے بڑے صحابی حیران ہو جاتے تھے ایک دفعہ پیغمبر صاحب کے انتقال کے بعد مدینے کے علماء و صحابہ میں سماع موتی کے باب میں اختلاف پیدا ہوا ادھر اختلاف پیدا ہوا اس سے کہ جنگ بدر میں بہت سے وہ کافر مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کئے گئے جو پیغمبر صاحب اور نو مسلموں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیا کرتے اور پیغمبر صاحب ان کے لئے بد دعا کیا کرتے تھے ۔

لڑائی کا خاتمہ ہوا تو اُن لوگوں کی لاشیں ایک کنوئیں میں ڈالدی گئیں پیغمبر صاحب چلتیوں کو اس کنوئیں پر تشریف لائے اور مقتول کافروں کے نام لے کر بآواز بلند فرمایا هَلْ وَجَدْتُمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا

اس موقع پر بعض صحابہ نے ازراہِ تعجب پیغمبر صاحب سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ ناپاک اور گندی لاشیں سنتی ہیں جو آپ فرماتے ہیں۔

پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ تم سے زیادہ سن سکتی ہیں۔ پیغمبر صاحب کا بس ایک ہی آخری فقرہ تھا جس سے صحابہ کے دو مختلف گروہوں نے دو مختلف نتیجے استنباط کئے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے فرزند رشید عبد اللہ نے پیغمبر صاحب کے انتقال کے بعد یہ حدیث بیان کی اور فتویٰ دیا کہ مردے زندوں کی باتیں سُنتے ہیں دوسری طرف ابو قتادہ رضؓ جو ایک عظیم الشان اور جلیل القدر صحابی تھے اس بات کے قائل تھے کہ مردے سنتے سناتے کچھ نہیں اور اس حدیث کی تاویل کرتے تھے کہ پیغمبر صاحب کی منجملہ اور خصوصیات کے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ مردے ان کی باتیں سُن سکتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ اختلاف سارے میں پھیل گیا اور پیغمبر صاحب کے صحابیوں میں دو مختلف گروہ پیدا ہوگئے بی بی عائشہ کو یہ خبر پہونچی تو انھوں نے فرمایا خدا عبد اللہ پر رحم کرے کیا اُنھوں نے قرآن میں یہ آیتیں نہیں پڑھیں اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى[1] اور کیا ان کی نظر سے قرآن کے یہ الفاظ نہیں گزرے وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ[2] عبد اللہ پیغمبر صاحب کی جو حدیث نقل کرتے ہیں تو وہی حدیث

---

[1] نوٹ صفحہ ۴۶ - جس چیز کا تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا تم نے اسکو ٹھیک اور درست پایا۔

(نوٹ متعلق صفحہ ہذا) [1] بے شک تم مردوں کو (اپنی باتیں) نہیں سنا سکتے ۱۲

[2] اور اے نبی جو لوگ قبروں میں (مدفون) ہیں تم ان کو (اپنی باتیں) سُنا نہیں سکتے۔

اصل بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب کو کفار کی لاشوں سے خطاب کرنے میں اور ونکو نصیحت و عبرت دلانی منظور تھی ورنہ جو مرگیا اُس کے مرتے ہی تمام جسمانی قوتیں معطل و بیکار ہوگئیں۔

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فیصلہ ایسا دانشمندانہ اور حکیمانہ فیصلہ تھا جس کے آگے بڑے بڑے صحابیوں نے گردن تسلیم خم کردی

حدیث و فقہ کے علاوہ ایام جاہلیت کے حالات و واقعات اور شعرائے متقدمین کے اشعار اور فن طب کے رموز ان سے زیادہ دوسرا نہیں جانتا تھا۔

چنانچہ عروہ جو خود بھی بڑے پائے کے عالم تھے کہتے ہیں کہ میں نے فقہ اور طب اور شعر میں بی بی عائشہ رض سے زیادہ ماہر کسی کو نہیں دیکھا۔

الغرض ام المومنین حضرت عائشہ کی معلومات کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ اس زمانہ کی عورتوں کا تو مذکور ہی کیا ہے مرد بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔

محدثین کا یہ قول بالکل ٹھیک اور درست ہے کہ اگر پیغمبر صاحب کے انتقال کے بعد بی بی عائشہ جیسی ذہین اور علامہ عورت کچھ دنوں زندہ نہ رہتیں تو علم حدیث کا آدھا حصہ یقیناً ضائع ہوجاتا۔

ان کی عالمانہ وقعت اور ان کا دانشمندانہ رعب لوگوں کے دلوں میں اس درجہ بیٹھا ہوا تھا۔

کہ بڑے بڑے جلیل القدر آدمی ان کے سامنے آتے ہوئے ہچکچاتے تھے
حضرت عمرؓ کیسے مقتدر اور باشان وشوکت خلیفہ تھے مگر ان کا حال یہ تھا
کہ جب بی بی عائشہ کے پاس تشریف لاتے دبے جھکے آہستہ آہستہ تشریف
لاتے اور بات کرنی ہوتی تو گردن نیچی کر کے دبی زبان سے کرتے صحابہ اور
امہات المومنین کا بھی اعزاز کرتے تھے مگر ان کا اعزاز صرف ان کے علم
وفضل کی وجہ سے بہت زیادہ کرتے تھے۔

ام المومنین بی بی عائشہ کی فیاضی اور مروّت صرف ایک اُس
قابل تقلید مثال سے خوب ظاہر ہوتی ہے جو اُنھوں نے اپنی سوکن بی بی
حفصہ رضؓ کے والد امیر المومنین عمر رضؓ کے ساتھ برتی۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ جب ابو لولو مجوسی کے زہر میں بجھے ہوئے خنجر
سے جاں بلب ہوئے تو اُنھوں نے اپنے صاحبزادے عبداللہ سے کہا کہ
جب میرے جنازے کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہو تو ام المومنین بی بی عائشہ
سے جاکر میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ بطوع خاطر اجازت دیں تو عمرؓ
تمہارے محترم شوہر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں اور تمہارے
والد بزرگوار ابو بکر صدیق رضؓ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ عبداللہ! تم ام المومنین
پر نہایت لجاجت اور سماجت کے ساتھ عرض پیش کرنا اگر وہ بخوشی اجازت
دیں فہو المراد ورنہ مجھے تمام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور میری
خواہش کے خاطر ام المومنین کے دل کو ہرگز میلا نہ کرنا۔

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ پیغمبر صاحب، بی بی عائشہ کے رہنے کے
حجرے میں مدفون ہوئے اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ
جس طرح زندگی میں ہمیشہ آپ کے ہمدم ہم قدم اور مصاحب رہے انتقال کے بعد

بھی آپ کی رفاقت و موانست سے الگ نہیں ہوئے یعنی اسی ایک حجرے میں دفن کئے گئے ان دونوں بزرگوں کے دفن ہوئے پیچھے حجرے میں صرف ایک قبر کی جگہ خالی تھی۔ اور بی بی عائشہ رضؓ نے اُس کو اپنے لئے متعین کر لیا تھا کسی مسلمان اور بالخصوص بی بی عائشہ کو اس سے بڑھکر اور کیا خوشی ہو سکتی تھی کہ وہ پیام ان کو دیا تو اُنھوں نے نہایت مسرت کے لہجے میں فرمایا کہ عبداللہ تمہیں معلوم ہے کہ جب سے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہاں مدفون ہوئے ہیں خالی جگہ کو میں نے اپنے لئے متعین کر رکھا تھا مگر چونکہ تمہارے والد نے اسلام اور پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کی بیحد خدمت کی ہے میں اپنے تئیں ہرگز اس قابل نہیں سمجھتی کہ ان کی خواہش پر اپنی خواہش کو ترجیح دوں بیشک تم امیرالمومنین کا جنازہ یہاں لے آؤ اور میں خوش ہوں کہ ان کو میرے حجرے میں پیغمبر صاحب اور ان کے رفیق کے پہلو میں دفن کرو۔

بی بی عائشہ کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر اُنہوں نے اپنی بڑی ہمشیرہ اسمار کے بڑے صاحبزادے عبداللہ کے نام اپنی کنیت ام عبداللہ رکھ لی تھی ۵۷ھ یا ۵۸ھ ہجری میں رمضان کی سترھویں تاریخ شب چہارشنبہ کو انتقال فرمایا اور اسی رات کو مدینے کے قبرستان جنتہ البقیع میں مدفون ہوئیں پیغمبر صاحب کے جلیل القدر صحابی ابو ہریرہ رضؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی اور زبیر ابن عوام کے دونوں بیٹے عبداللہ اور عروہ اور حضرت ابو بکر کے پوتوں قاسم بن محمد اور عبداللہ بن محمد عبدالرحمٰن ان پانچ شخصوں نے قبر میں اُتارا ان کے فضائل اور خصائل کتب احادیث میں اتنے بہت ہیں کہ اگر ہم سب کو بالتفصیل ذکر کریں تو صرف اُن ہی کے لئے ایک مستقل کتاب چاہئے لہٰذا ہم ان کو یہاں ذکر کرکے اپنی کتاب کو بڑھانا نہیں چاہتے انشاء اللہ

کسی وقت پورے تفصیل کے ساتھ تمام حالات ہدیہ ناظرین کریں گے۔

ام المومنین بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا

ان کی تقریب کے لئے اسی قدر بس ہے کہ یہ خلیفہ ثانی عمرؓ کی بیٹی ہیں اسلامی جذبات کے اعتبار سے تو عمرؓ ابوبکر سے دوسرے درجے میں تھے اور اسی وجہ سے خلافت بھی ان کو ابوبکرؓ کے بعد ملی اور ابوبکر ہی کی وصیت سے ملی مگر فتوحات کے اعتبار سے تمام صحابہ میں بس انہی پر نظر پڑتی ہے اور یہی سب میں پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔ چونکہ دونوں کی خلافتیں اغراض نفسانی کے سائے سے بالکل پاک تھیں۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ کا انتخاب پیش تھا۔ ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ تم خلافت قبول کرو عمر نے جلدی سے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی ظاہر میں دونوں دو تھے۔ مگر اسلام کی خیرخواہی میں یک جان دو قالب باایں‌ہمہ دونوں میں منافستہ بھی تھی۔ تو وہی دوستانہ منافستہ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون دونوں پیغمبر صاحب کے ساتھ تقریب میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتے تھے غزوہ تبوک کے لئے پیغمبر صاحب نے اصحاب سے چندے کی تحریک کی تو جس سے جتنا بن پڑا دے نکلا۔ عمر نے آدھا مال لا حاضر کیا اور سمجھے کہ آج میں ابوبکر پر ضرور ہی بازی لیجاؤنگا مگر بعد کو معلوم ہوا کہ ابوبکر اپنا سارا مال چندے میں دے چکے ہیں یہ ہے دوستانہ منافستہ ممدوح اور ماجو ہم سمجھتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کے ساتھ حفصہ کا نکاح بھی اسی دوستانہ منافستہ کی وجہ سے تھا جو ابوبکر اور عمر کے درمیان قائم تھی کہ دونوں پیغمبر صاحب کے ساتھ تقرب کے طالب تھے ابوبکر اپنی بیٹی عائشہ رضہ پیغمبر صاحب کو دے چکے تھے حفصہ پیغمبر صاحب سے ۲۳ برس چھوٹی یعنی فاطمہ کی ہم سن تھیں ان کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ السہمی سے ہوا

دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے مدینے آئے خنیس جنگ بدر میں شریک ہوئے
پھر چند روز بعد مدینہ میں انتقال کر گئے حفصہ بیوہ ہو گئیں - وہ لوگ ہم ہندوستان
کے مسلمانوں جیسی جھوٹی غیرت تو رکھتے نہ تھے عدۃ گزرنے پر خود عمرؓ نے ابوبکرؓ
اور عثمانؓ کو جن کی بیوی پیغمبر کی صاحبزادی رقیہ انتقال فرما گئی تھیں حفصہ
کے نکاح کا پیام دیا ہمارے نزدیک حفصہ کے بیوہ ہوتے ہی عمرؓ کو حفصہ کے
پیغمبر صاحب کو دینے کا خیال آیا ہو گا - مگر مارے ادب کے پیغمبر صاحب سے
کہنے کا حیاؤ نہ پڑا - ابوبکرؓ اور عثمانؓ کو اسی غرض سے پیام دیا کہ بات پیغمبر صاحب
کے کانوں میں پڑے وہ خود حفصہ کے حقوق ہجرت اور بیوگی اور پدری خدمات
کا خیال کر کے حفصہ کے نکاح کی طرف راغب ہونگے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - اور حفصہ
امہات المومنین میں داخل ہو گئیں حفصہ کی خصوصیتوں میں اتنی باتیں ہیں کہ
عمرؓ کے خاندان کی عورتوں میں بھی پڑھنے لکھنے کا چرچا تھا عمرؓ کے ایمان لانے
کے بیان میں تم معلوم کر چکے ہو کہ عمرؓ کی بہن فاطمہ اور انکے شوہر سعید بن زید عمرؓ
سے پہلے اسلام لا چکے تھے - عمرؓ نے دفعۃً ان لوگوں کو قرآن پڑھتوں کو جا لیا
اور سورہ حدید کی شروع کی آیتیں پڑھکر ایمان لے آئے ابوبکر نے اپنی خلافت
میں جو اول بار قرآن جمع کرایا - قرآن کا وہ پہلا نسخہ حفصہ ہی کی امانت تھا -
حفصہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ امہات المومنین میں سب سے زیادہ عبادت گزار
اور پرہیزگار تھیں اور وہ پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد گوشہ نشین ہو گئی تھیں
لوگوں سے ملتی جلتی کم تھیں - حفصہؓ اور عائشہؓ میں ویسی ہی دوستی اور محبت
تھی جیسی ابوبکرؓ اور عمرؓ میں یہانتک کہ جب عائشہؓ علیؓ سے ناخوش ہو کر
طلحہ اور زبیر کے ساتھ جا ملی تھیں حفصہؓ بھی عائشہؓ کے طرفداروں میں تھیں
مگر ان کے بھائی عبداللہ ان کو سمجھا کر واپس لوا لائے تھے - حفصہ نے ۵۹ برس

کی عمر میں جمادی الاولیٰ سنہ ۶۱ھ میں انتقال فرمایا۔

ام المومنین بی بی زینب رضؓ ام المساکین

ان کے والد خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمر بن عبدمناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ تھے اور والدہ ہند بن عوف۔ چونکہ ان کی چھٹی پشت میں ہلال ہو گزرے ہیں اُن ہی کی ناموری کی وجہ سے یہ ہلالیہ کہلاتی تھیں۔ یعنی بنو ہلال قبیلہ میں کی مگر از بسکہ مساکین کی بہت پر داخت کرتی رہتی تھیں۔ ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں یہ پیغمبر صاحب سے عمر میں ۲۷ برس چھوٹی تھیں انکا پہلا نکاح پیغمبر صاحب کے پھوپی زاد بھائی عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ وہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اسلام اور ہجرت اور بیوہ گی اور مساکین کی ہمدردی اور رشتہ داری اتنی باتیں پیغمبر صاحب کو زینب کے نکاح کرنے کی داعی ہوئیں۔

اور عورتیں بھی پیغمبر صاحب کے نکاح میں آنے کو اپنے حقوق کا کافی معاوضہ سمجھتی تھیں۔

زینبؓ نے صرف دو تین مہینے پیغمبر صاحب کے نکاح میں رہکر مدینے میں انتقال کیا۔ پیغمبر صاحب نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی پیغمبر صاحب ہی نے ان کو قبر میں اُتارا اور قبرستان بقیع میں دفن ہوئیں۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام ہند کنیت ام سلمہ باپ کا نام ابوامیہ اور ماں کا عاتکہ۔ ابوامیہ عرب کا ایک بڑا جری اور مشہور بہادر اور قریش کا نامور اور معزز سردار تھا بی بی ام سلمہ باپ کی طرف سے قریش اور ماں کی طرف سے کنانی تھیں کیونکہ ان کی ماں عاتکہ کنانی کی بیٹی تھیں

بی بی ام سلمہ کی ولادت پیغمبر صاحب کی نبوت سے نو برس پہلے ہوئی تھی
یعنی جس وقت یہ پیدا ہوئیں پیغمبر صاحب کی عمر ۳۱ برس کی تھی ان کی پہلی شادی
عبدالاسد مخزومی کے فرزند ابو سلمہ کے ساتھ ہوئی جو اُن کا چچازاد بھائی تھا۔ یہ
اُن لوگوں میں تھیں جو راستی طبیعت کے تقاضے سے اسلام کی منادی سنتے کے
ساتھ بے چون و چرا پیغمبر صاحب کے کہنے پر ایمان لے آئیں اور بقدر رسائی دوسروں کو ترغیب
دی چنانچہ انھوں نے اپنے شوہر ابو سلمہ کو سمجھایا اور وہ بھی السابقون الاولون کے زمرہ میں داخل ہو گئے

جو مسلمان شروع میں اپنے دین کی خاطر حبشہ نکل بھاگے ان میں ام سلمہ اور
ان کے شوہر ابو سلمہ بھی تھے۔ دونوں میاں بی بی کئی برس تک حبشہ میں رہے
وہیں ان کے پہلونٹی کا بیٹا سلمہ پیدا ہوا جس وجہ سے باپ ابو سلمہ کہلایا اور ماں
ام سلمہ ان کے ایک بیٹا عمر اور دو بیٹیاں زینب اور درۃ تین بچے اور بھی ہیں
مگر وہ سب سلمہ کے بعد کے ہیں۔

ام المومنین ام سلمہ کے حالات میں ان کی ہجرت خصوصیت کے ساتھ ذکر
کے قابل ہے۔ ہجرت کے معنی ہیں ترک وطن مگر ترک وطن ایک ہوتا ہے اختیار
سے ایک ہوتا ہے مجبوری اور اضطرار سے تو جو ہجرت مسلمانوں میں متعارف
ہے اور ام سلمہ کی ہجرت بھی اسی قسم کی تھی وہ ترک وطن تھا مجبوری اور اضطرار سے
کہ شروع کے مسلمان کفار کے مظالم سے بچنے کے لئے تین مرتبہ مکہ سے نکل بھاگے
ہیں دو مرتبہ حبشہ اور آخری مرتبہ مدینہ اصلی ہجرت بھی مدینہ کی ہجرت ہے جس میں
خود پیغمبر صاحب شامل تھے اور اسی سے سنہ ہجری چلا ہے۔

تو مسلموں کو ہجرت حبشہ کا حکم ہوا تو پیغمبر صاحب کی صاحبزادی بی بی رقیہ اور
ان کے شوہر عثمان کے بعد سب سے پہلے بی بی ام سلمہ اپنے شوہر سمیت حبشہ ہجرت کر گئیں
کچھ عرصے کے بعد مکہ میں حضرت حمزہ اور حضرت عمر جیسے شیر دل اور بہادر لوگوں کے

مشرف باسلام ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کیلئے کچھ امن ہوگیا تھا گو پورا اطمینان
تو اب بھی نہ تھا مگر ویسی مار دھاڑ اور آبرو ریزی نہ تھی جیسی پہلے ہوتی تھی مکہ میں
امن ہونیکی خبر مہاجرین حبشہ کو پہونچی تو یکے بعد دیگرے پھر مکہ میں سمٹ آئے بی بی
ام سلمہ بھی اپنے شوہر اور بچے سمیت مکہ لوٹ آئیں لیکن انھیں مکہ آئے چند روز
گذرے تھے کہ پیغمبر صاحب اور مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم ہوا۔ بی بی
ام سلمہ بھی ہجرت کی تیاری میں مصروف ہوئیں اور نومسلموں کے ایک مختصر قافلہ
کے ساتھ مدینہ کی طرف چل کھڑی ہوئیں۔

مورخ ابن اثیر نے بی بی ام سلمہ کی مدینہ کی طرف ہجرت کا واقعہ نہایت مؤثر
اور پُردرد لفظوں میں انھیں کی زبان سے ادا کیا ہے بس بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی
اس واقعہ کو بی بی ام سلمہ ہی کی زبان سے انہیں کے لفظوں میں بیان کریں۔

بی بی ام سلمہ کہتی ہیں کہ جب مسلمان ہجرتِ مدینہ کی تیاریاں کر رہے تھے
تو میرے شوہر ابو سلمہ اور اُن کے ساتھ میں بھی سفر کی تیاری میں مصروف تھی
اپنے شوہر وطن اور اپنے خانماں کے چھوڑنے اور غیر جگہ غیر آدمیوں میں بود و باش کرنے
کا کسکو افسوس نہیں ہوتا اور اس خصوص سے نومسلم مہاجرین بھی مستثنےٰ نہیں تھے
مگر اُنھوں نے اپنے دین کی حفاظت اپنے ایمان کی بچاؤ کی خاطر ان سب باتوں کو
بالائے طاق رکھا اور نہایت خوشی اور شادمانی کے ساتھ راہ غربت میں گام زنی
کرنے کو تیار ہوگئے اس موقع پر میرے شوہر ابو سلمہ کے پاس صرف ایک اونٹ تھا اور ہم
تین آدمی سوار ہونے والے تھے ایک میں اور دوسرا میرا ننھا سا بچہ سلمہ اور تیسرا میرا
شوہر ابو سلمہ اس موقعہ پر اتنی گنجائش نہ تھی کہ ہم دوسرا اونٹ خرید کر آسائش کے
ساتھ سفر طے کرتے مجبوراً اسی ایک اونٹ پر میرے شوہر ابو سلمہ نے مختصر سامان
لے لیا اور کجاوہ کس مجھکو اوپر بٹھا بچے کو میری گود میں دے خود اونٹ کی نکیل ہاتھ

میں لے روانہ ہو گئے بنو مغیرہ کو جب ہمارے چلنے کی خبر ہوئی اور یہ میرے میکے کے لوگ تھے تو اُنھوں نے آکر میرے شوہر ابو سلمہ سے مزاحمت کی اور سختی سے کہا کہ تم ہماری لڑکی کو کہاں لیئے جاتے ہو تمہیں اپنی ذات کا اختیار ہے جہاں چاہو خدائی خوار مارے مارے پھرو ہم اپنی لڑکی کی تو یوں مٹی خراب ہونے نہیں دینگے بھلا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے کہ عورت ذات اور وہ بھی بچہ والی یوں بے سرو سامان جنگلوں اور بیابانوں میں تمھارے ساتھ سرگردان پھرے اسوقت میرے شوہر کی اور اُن سے بہت زیادہ میری بُری حالت تھی میں اونٹ پر بیٹھی رو رہی تھی اور میرے شوہر ابو سلمہ مجبوری اور بیکسی کی حالت میں مایوسانہ نظروں سے بار بار مجھے دیکھتے تھے آخر کار میرے میکے والوں نے میرے غریب اور بیکس شوہر کے ہاتھ سے جبرًا اونٹ کی نکیل چھین لی اور مجھے اُلٹا میکے کی طرف لے چلے اُسوقت جو قلق مجھ پر گذرا بیان سے باہر ہے میں زار و قطار روتی جاتی تھی اور پیچھے مڑ مڑ کر اپنے شوہر ابو سلمہ کو دیکھتی جاتی تھی۔

ہاں اسی اثنا میں میرے سسرال والے بنو عبد الاسد آپہونچے۔ غالباً اُن کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میرے میکے والوں نے میرے شوہر کے ساتھ بیجا زیادتی کی ہے اُنھوں نے آتے کے ساتھ ہی نہایت طیش اور بیرحمی کے لہجہ میں میرے میکے والوں کی طرف روئے سخن کر کے کہا کہ اگر تم اپنی لڑکی پر قبضہ کرتے ہو اور اس کو اُس کے شوہر کے ساتھ نہیں جانے دیتے تو ہم اپنے بچہ کو تمہاری لڑکی کے پاس ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔

الغرض میری سسرال والوں نے میرے بچہ سلمہ کو زبردستی میری گود سے چھین لیا اب میری نظروں میں دنیا اندھیر تھی شوہر کے چھوٹنے کا تو رنج تھا ہی اپنے ننھے سے بچے کی مفارقت کا وہ صدمہ تھا جس کا دسواں حصہ بھی بیان کرنا میرے امکان سے خارج ہے الغرض میرے میکے والے اپنے ساتھ مجھے لے آئے

اور میرے بچے سلمہ کو سسرال والے لے گئے اور میرے شوہر ابو سلمہ کو ہجرت مدینہ کا حکم تھا۔ وہ خدا کے رسول کی عدول حکمی کیونکر کر سکتے تھے مجھے اور بچے کو چھوڑ سیدھے مدینہ پہونچے مجھے اپنے شوہر بالخصوص اپنے بچہ کی جدائی کا صدمہ کسی پہلو پر چین نہیں لینے دیتا تھا اور میرے میکے کا وسیع اور آباد گھر میرے لئے قید خانہ سے کسی طرح کم نہ تھا رات جوں توں کر کے جس طرح بن پڑی کاٹی صبح ہوتے ہی گھر سے نکل میدان کے ایک ٹیلہ پر آ بیٹھی اور شام تک برابر روتی رہی اب سے روزانہ میرا یہی کام تھا کس کا کھانا کس کا سونا کس کا بولنا بات کرنا۔ رات کو گھر آ کر منہ لپیٹ پڑ رہی اور صبح سویرے میدان کے ٹیلے پر جا بیٹھی اور شام تک روتی رہی ہر چند میں اپنے تئیں بہت سنبھالتی تھی مگر آنکھوں کے آنسو کسی طرح تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے بیساختہ دل بھر بھر آتا تھا اور کلیجہ بے قابو ہوا جاتا تھا ایک سال یا اس سے کچھ کم میرا یہی حال رہا اس کے بعد بنو مغیرہ میں کا ایک شخص جو رشتہ میں میرا چچا زاد بھائی ہوتا تھا میرے پاس ملنے کے لئے آیا اور میری اس بیکسی اور حالت زار کو دیکھکر سخت افسوس کیا اُس نے میری بہت کچھ ڈھارس بندھائی اور کہا تو زیادہ غمگین و ملول نہ ہو میں تیرے خاندان کے لوگوں سے تیری سفارش کر کے تجھے مدینہ پہونچا دیتا ہوں

یہ کہکر اُس نے قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور سردار قبیلہ کو میری حالت زار پر متوجہ کر کے کہا کہ آپ اس مسکین کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے افسوس ہے کہ اتنے عرصہ سے یہ دکھیا اپنے بچے اور شوہر کی مفارقت میں بے چین و بے قرار ہے تمہارے پتھر سے زیادہ سخت دل اُس کی بے چینی اور درد کا احساس نہیں کرتے لوگ اس کی تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بیچون وچرا سب نے مجھے مدینہ چلے جانے کی اجازت دے دی اِس اثنا میں میرے سسرال والوں نے میرے

بچے سلمہ کو بھی میرے پاس پوہنچا دیا اب میں اپنے بچے کو گود میں لے اونٹ پر
سوار ہوئی اور تنہا مدینہ کی طرف چل کھڑی ہوئی اس وقت خدا کے سوائے
اور کوئی میرے ساتھ نہ تھا میں رستے سے بالکل واقف نہ تھی۔ نہ کوئی پڑاؤ اور مقام
مجھے معلوم تھا خدا کو یاد کرتی جنگل بیابان میں چلی جاتی تھی جب میں موضع تنعیم
میں پہونچی تو طلحہ کا بیٹا ابو طلحہ کا پوتا عثمان سامنے سے آتا دکھائی دیا جو کسی غرض
سے مکہ جاتا تھا جب وہ قریب آیا تو مجھے پہچان کر بولا کہ ابو امیہ کی بیٹی! کہاں
جاتی ہے؟ میں نے کہا مدینہ اپنے شوہر ابو سلمہ کے پاس۔ کہا کیا کوئی تمہارے ساتھ
آدمی ہے میں نے جواب دیا خدا اور بچے کے سوائے کوئی تیسرا شخص میرے ساتھ
نہیں ہے یہ سن کر اُس شریف نہاد نیک ذات نے میرے اونٹ کی مہار ہاتھ میں لی
اور آگے آگے دن بھر چلتا رہا میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ عثمان سے زیادہ
رحم دل ہمدرد اور مصیبت میں کام آنے والا آدمی میں نے تو دیکھا نہیں جب وہ کسی
پڑاؤ یا منزل پر پہنچتا مجھ سے الگ آڑ میں کھڑا ہو جاتا میں اُتر لیتی تو اونٹ کو کسی درخت
کے سایہ میں باندھ دیتا اور خود وہیں پڑ رہتا چلنے کا وقت ہوتا تو اونٹ کے پاس
آ کھڑا ہوتا اور نہایت سہولیت کے ساتھ مجھے اور میرے بچے سلمہ کو سوار کر کے
آگے کو روانہ ہوتا الغرض ہم کئی روز تک اسی طرح چلے گئے یہاں تک کہ مدینے پہنچ
گئے کہ جب اس کی نظر عمر بن عوف کی بستی قبا پر پڑی تو کہنے لگا تمہارا شوہر ابو سلمہ
اسی بستی میں مقیم ہے۔ اب اپنے شوہر کو تلاش کر لو بس میں مکے جاتا ہوں میں اونٹ
پر سے اُتری اور خدا کی برکت و مہربانی کے ساتھ محلہ قبا میں داخل ہوئی ابو سلمہ
جب مجھے مل گئے تو عثمان مکے واپس چلا گیا۔ اس کے بعد بی بی ام سلمہ اکثر کہا کرتی
تھیں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ اسلام کی خاطر
جو مصیبت ابو سلمہ کی بیوی یعنی میں نے جھیلی ہے ویسی مصیبت مہاجرین

کے کسی اہل بیت نے نہیں جھیلی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ میں نے اپنی عمر بھر کسی مصاحب اور ساتھی کو ایسا رحم دل ایسا ہمدرد اور ایسا مصیبت میں کام آنے والا نہیں دیکھا جیسا کہ طلحہ کے بیٹے عثمان خدا اس پر رحم کرے اور توفیق اسلام عنایت فرما کر جنت نصیب فرمائے کہا جاتا ہے کہ جس مسلمان بی بی نے سب سے پہلے مدینہ ہجرت کی ام سلمہ ہیں ان کے شوہر ابو سلمہ پیغمبر صاحب کے بڑے جلیل القدر اور باوقعت صحابی تھے جنھوں نے اسلام اور پیغمبر صاحب اسلام کی خدمت میں جان تک راہِ خدا میں قربان کر ڈالی۔ بی بی ام سلمہ کو مدینہ آئے ہوئے پورے دو سال بھی نہیں ہوئے تھے کہ پیغمبر صاحب کو معرکۂ جنگ پیش آیا اور اُن کے شوہر ابو سلمہ اس معرکہ میں شہید ہوئے اب تو بی بی ام سلمہ پر گویا مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور ان کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی۔ سچ ہے اسلام پر یعنی اسلام کی خاطر جتنی مصیبتیں ام سلمہ نے جھیلیں کسی اور مسلمان بی بی نے نہیں جھیلیں اور اسی وجہ سے ان کی دلجوئی اور تسلی بجز اس کے اور کسی طرح ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ خود پیغمبر صاحب علیہ السلام اُن کو اپنی زوجیت کا شرف عنایت فرمائیں اور آخر کار ایسا ہی ہوا۔ بی بی ام سلمہ کے ہاں ابو سلمہ سے اُنکے حین حیات دو بیٹے سلمہ اور عمر اور ایک بیٹی درہ یہ تین اولادیں پیدا ہو چکی تھیں جب ابو سلمہ معرکہ بدر میں شہید ہوئے تو بی بی ام سلمہ حاملہ تھیں بعد کو زینب پیدا ہوئیں جو آخر کار جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ کہلائیں ابو سلمہ کے شہید ہونے کا بی بی ام سلمہ کو اس درجہ صدمہ ہوا کہ مدتوں اُنکی آنکھوں کے آنسو خشک نہیں ہوئے اگرچہ مدت عدت گزر جانے کے بعد بہت لوگوں نے ان کو نکاح کا پیام دیا مگر انھوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ میں اپنے بچوں کی پرورش کروں گی اور ان سے اپنے دل دردمند کو تسلی دوں گی دوسری شادی کرونگی

تو اُن کی مٹی خراب ہوگی۔

حضرت ابو بکرؓ نے جو نہایت رقیق القلب اور رحم دل تھے اور جن کی توجہ نو مسلموں کی مدارات و دلجوئی میں ہمیشہ مصروف رہتی تھی۔ اور اسی وجہ سے اُنھوں نے اکثر مسلمان لونڈی غلاموں کو اُن کے کافر آقاؤں کے پنجہ ظلم سے چھڑانے کی غرض سے منہ مانگے داموں پر خرید کر آزاد کیا تھا بی بی ام سلمہ کو نکاح کا پیام دیا اور انھوں نے انکار کر دیا۔ آخر میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب کو ان کے پاس بھیجا اور انھوں نے جا کر کہا کہ پیغمبر صاحب تم کو اپنے نکاح کا پیام دیتے ہیں بی بی ام سلمہ نے کہا عمرؓ تم پیغمبر صاحب سے جا کر کہو کہ میں ایک عورت ہوں غیور یعنی میری طبیعت سخت غیرتمند واقع ہوئی ہے اور قطع نظر میرے کئی بچے ہیں اور میرا کوئی ولی وارث یہاں موجود نہیں ہے حضرت عمرؓ نے پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کیا پیغمبر صاحب نے فرمایا میں خدا سے دعا کرونگا کہ تمہاری ناواجب غیرت کو تمہاری طبیعت سے نکال دیگا۔ رہے تمہارے بچے ان کی کفالت میرے ذمہ یہ سنکر بی بی ام سلمہ راضی ہو گئیں اور ان کے بیٹے سلمہ نے اپنی ولایت سے ان کا نکاح پیغمبر صاحب سے کر دیا نکاح ۴ھ میں ہوا۔ بی بی ام سلمہ کا انتقال شوال کے مہینے میں ہوا اس وقت انکی عمر ۸۴ برس کی تھی۔ ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں انہی کا انتقال ہوا انکے انتقال سے کچھ پہلے ۶۱ھ میں حسینؓ ابن علیؓ موضع کربلا میں شہید ہوئے جس روز حسینؓ ابن علی کربلا میں شہید ہوئے بی بی ام سلمہ نے مدینے میں اسی روز اس واقعہ کی خبر شائع کر دی تھی چنانچہ ترمذی نے ابو رافع کی بیوی سلمٰی سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز ام سلمہ کے پاس گئی دیکھتی ہوں کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں میں نے رونے کا سبب پوچھا تو لگیں کہنے میں نے ابھی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو

خواب میں دیکھا اور اس وحشت ناک حالت میں دیکھا کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی مبارک کے بال خاک آلودہ ہیں میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دیکھکر عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا کیا حال ہے کہ سر اور ڈاڑھی مبارک کے تمام بال خاک آلود ہو رہے ہیں۔ فرمایا ام سلمہؓ میں ابھی مقتل حسینؓ میں گیا تھا اور وہیں سے آرہا ہوں سلمہ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے چند روز بعد میں نے سنا کہ قتل حسین کی خبر مدینے کے ہر چہار طرف گشت کر رہی ہے۔ بی بی ام سلمہ کا انتقال ہوا تو بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور پیغمبر صاحب کے صحابیوں نے بقیع میں جہاں اور امہات المومنین مدفون تھیں اُن کو دفن کیا۔

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

ان کا نام زینب کنیت ام الحکم باپ کا نام جحش ماں کا نام امیمہ۔ امیمہ عبدالمطلب کی بیٹی اور پیغمبر صاحب کے والد عبداللہ کی سگی بہن تھیں۔ اس لحاظ بی بی زینب پیغمبر صاحب کی حقیقی پھوپی زاد بہن ہوئیں اور یہی قریب رشتے کی ایک ایسی خصوصیت تھی جو بی بی زینب کے سوائے ازواج مطہرات میں سے کسی ام المومنین کو نصیب نہیں ہوئی اور اسی پر ان کو بہت بڑا ناز بھی تھا پیغمبر صاحب کے ساتھ نکاح ہونے سے پہلے ان کا نام برہ تھا چونکہ پیغمبر صاحب کو اس قسم کے نام ناپسند تھے آپ نے ان کا نام بدل کر زینب رکھا یہ قدمیت الاسلام اور مہاجرات میں داخل تھیں جب یہ مدینے سے ہجرت کر آئیں تو ان کی عمر پورے تیس برس کی تھی عرب میں عورت کے نکاح کیلئے کوئی میعاد مقرر نہ تھا کبھی تو پانچ چھ برس کی لڑکی بیاہ دی جاتی تھی اور کبھی چالیس پچاس برس تک شادی نہیں ہوتی

تھی۔ بی بی زینب باوجودیکہ تیس برس سے تجاوز ہو چکی تھیں مگر ابھی تک انکی شادی نہیں ہوئی تھی ۳ ہجری میں پیغمبر صاحب نے اپنے متبنّے زید بن حارث کے ساتھ ان کا نکاح کیا۔

زید بن حارث اصل میں ایک نہایت شریف النسب آدمی تھے اور عرب کے اُس مشہور قبیلے میں سے تھے جو بنی طے کے نام سے پکارا جاتا تھا اور جس میں حاتم طائی بڑا نامور سخی گزرا تھا اسلام سے پہلے ان کی ماں سعدی قافلے کے ساتھ ان کو لیکر جاتی تھیں عرب کے خانہ بدوش اور لٹیروں نے قافلہ پر حملہ کیا اور اہل قافلہ کا سارا مال و متاع چھین لیا زید کو بھی پکڑ لے گئے اُس وقت دستور تھا اور اب تک بھی ہے کہ لوگ بچوں کو زبردستی پکڑلے جاتے اور غلام بنا لیتے ہیں ابھی آٹھ یا نو برس کی عمر تھی کہ زید عرب کے مشہور بازار عکاظ میں آکر فروخت ہوئے بی بی خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے اپنی پھوپی خدیجہ رضی اللہ عنہا کیلئے چارسو درہم کو خریدا اور جب بی بی خدیجہ نے پیغمبر صاحب سے نکاح کیا تو زید کو آپ کی ملک میں دیدیا پیغمبر صاحب نے ان کو غلام کی طرح نہیں رکھا بلکہ فوراً آزاد کردیا اور چونکہ ان کی ہوشمندی اور نیک مزاجی پیغمبر صاحب کو معلوم تھی ؎

بالائے سرش زہوشمندی ۔۔۔ مے تافت ستارۂ بلندی

نہایت محبت کے ساتھ ان کو اپنے پاس رکھا تھوڑے دنوں بعد زید کے چچا اُن کی تلاش میں مکے آئے اور انہیں پہچان کر اپنے ساتھ لیجانا چاہا لیکن زید نے پیغمبر صاحب کی ترک صحبت کو گوارا نہیں کیا پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ زید تمہارا جی چاہتا ہو تو چلے جاؤ۔ لیکن انھوں نے چچا کے ساتھ جانے سے انکار کردیا اور آخر نہیں گئے پیغمبر صاحب کو جب معلوم ہوا کہ زید در حقیقت

غلام نہیں ہے بلکہ قبیلہ بنی طے کا شریف زادہ ہے تو آپ نے زید کو اپنا متبنے
کر لیا اس وقت تک متبنےّ کے بارے میں کوئی حکم خدا کی طرف سے صادر نہیں ہوا
تھا اور متبنےّ بیٹوں کے ساتھ ہر طرح پر صلبی بیٹوں کی سی مدارات کی جاتی تھی اور اب
تک بھی ہندوستان کے مسلمانوں کا قریب قریب یہی حال ہے الغرض زید بن حارث
اب زید بن محمد پکارے جانے لگے مگر چونکہ کچھ دنوں تک غلامی کے حالات میں
رہ چکے تھے بعض لوگ اب بھی ان کو نظر حقارت سے دیکھتے۔ پیغمبر صاحب کو
زید بہت عزیز تھے اور اسی وجہ سے آپ نے ان کا نکاح اپنی آزاد لونڈی اُم
ایمن سے کر دیا تھا جن کی آغوش محبت میں خود پیغمبر صاحب نے پرورش
پائی تھی ان کے بطن سے اسامہ پیدا ہوئے جو آخر میں بڑے جری اور
بہادر شہسوار ثابت ہوئے ام ایمن کا انتقال ہوگیا تو پیغمبر صاحب نے
ان کا نکاح ثانی اپنی پھوپی زاد بہن زینب سے کرانا چاہا۔ مگر زینب اس نکاح
سے ناخوش تھیں۔ کیونکہ زید اگرچہ پیغمبر صاحب کے متبنے کہلاتے تھے مگر
تھے تو غلام آزاد۔ آخر پیغمبر صاحب نے بہت اصرار کیا اور اسی موقع پر سورۂ
احزاب کی یہ آیتہ نازل ہوئی وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى
اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ
اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۝ (الاحزاب ع ۵)
ترجمہ اور کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کو شایان نہیں کہ جب اللہ
اور اس کا رسول (ان کے بارے میں) کوئی بات ٹھہرا دے تو اپنی رائے کو دخل
دیں اور اس بات میں ان کا اپنا اختیار (وہاں) رہے اور جو شخص اللہ اور
اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑ جاویگا۔
اس آسمانی حکم کو سُن کر بی بی زینب مجبور ہوگئیں اور اُنھوں نے پیغمبر صاحب

ہے حکم کے موافق زید کو اپنا شوہر تسلیم کر لیا یعنی ان کا نکاح زید سے ہو گیا
نکاح ہوتے تو ہو گیا میاں بی بی میں موافقت نہ آئی - یہاں تک کہ زید زینب
کے چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے پیغمبر صاحب نے ان کو بہتیرا سمجھایا - لیکن طبیعتوں
میں ناموافقت ہوتی ہے تو میاں بی بی کے تعلق میں لطف باقی نہیں رہتا -
آخر زید نے زینب کو طلاق دے ہی دی اب پیغمبر صاحب کو کئی مشکلیں پیش
آئیں سب سے پہلے زینب کی دلجوئی کہ ان کو پیغمبر صاحب نے زید سے بیاہ دیا
تھا اور وہ نکاح ان کو ناگوار تھا اب سیر طلاق کا دیا جانا یہ دوسری ناگواری اور
اس کے ساتھ خدا کو منظور ہوا کہ متبنٰے کی رسم بد بھی موقوف کی جائے یہ لے پالک
نہ بنائیں بلکہ لے پالک کو صلبی بیٹے کی طرح سمجھیں اور نہ صلبی بیٹے کیسے ان کے
حقوق تسلیم کئے جائیں اور جب ایک شخص دنیا میں اصلاح کرنی چاہتا ہے تو
سب سے عمدہ تدابیر اس اصلاح کے جاری کرنیکی یہ ہے کہ خود اس پر عمل کر کے
اپنا نمونہ دوسروں کو دکھلائے اب یہ موقع تھا کہ زینب کی دلجوئی کے لئے
خود پیغمبر صاحب ان سے نکاح کر لیں مگر معلوم تھا کہ متبنّٰی کی بی بی سے نکاح
کرنا صلبی بیٹے کی بی بی سے نکاح کرنے کے برابر سمجھا جاتا ہے اگر پیغمبر صاحب
زینب سے نکاح نکرتے تو زینب کی دلجوئی اور نہ متبنّٰی کی رسم کی اصلاح ہو سکتی
تھی لوگ یہ حجت کرتے کہ خود پیغمبر صاحب کو ایسا موقع ملا اور دوسروں سے
کرانا چاہتے تھے آپ نہ کیا اور نکاح کرنے میں یہ قباحت تھی کہ رسم
مروجہ کے مطابق نہایت مکروہ الزام پیغمبر صاحب کے ذمہ عائد ہوتا
بیشک پیغمبر صاحب بتقاضائے بشری اس وقت بہت ہی متردد
ہوئے ہونگے مگر آخر کار اصلاح کا پہلو غالب رہا اور آپ نے خود زینب سے
نکاح کر لیا اور کرنا چاہیئے تھا - اور اصلاح کیواسطے پیغمبر صاحب نے خود اپنا نمونہ

دکھایا تاکہ جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے متبنے کے بارے میں ذرا نہ ہچکچائے اور متبنے
کو صلبی بیٹا نہ سمجھے پیغمبر صاحب کے اس نکاح کی کیفیت سورۂ احزاب کی
ایک آیت میں اس طرح پر بیان کی گئی ہے فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا
لِكَيْلَا پھر جب زید اس (عورت یعنی زینب) سے بے تعلقی کر چکا یعنی طلاق دیدی)
اور عدت کی مدت پوری ہو گئی يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ
تو ہم نے (اے پیغمبر) تمہارے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا (عام) مسلمانوں کے
لے پالک جب اپنی بی بیوں سے اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ
مَفْعُوْلًا بے تعلق ہو جائیں تو مسلمانوں کے لئے ان (عورتوں) سے نکاح کر لینے
میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے پیغمبر صاحب کا یہ نکاح
۵ھ ہجری میں ہوا اور بذریعہ وحی ہوا حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جب زینب
کی عدت کی مدت ختم ہوئی تو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارث
سے فرمایا کہ زینب کے پاس جاؤ اور میرے نکاح کا پیام دو۔ زید گئے اور بی بی زینب
کے دروازہ مکان کی طرف پشت کر کے کہا زینب جناب پیغمبر صاحب تم کو
اپنے نکاح کا پیام دیتے ہیں۔ زینب یہ پیام سن کر مارے خوشی کے سجدے میں
گر پڑیں اور زید سے کہا کہ تاوقتیکہ میں اس بارے میں خدائے عزوجل سے مشورہ
نہ لے لوں کوئی جواب نہیں دے سکتی اس موقع پر جناب پیغمبر صاحب پر آیۂ
فلما قضیٰ الخ نازل ہوئی بی بی زینب نے نہایت مسرت کے ساتھ پیغمبر صاحب کا
پیام منظور کیا اور ان کا نکاح پیغمبر صاحب سے ہو گیا اس بنا پر بی بی زینب ازواج
مطہرات کے مقابلے میں فخراً کہا کرتی تھیں کہ میرا نکاح خود خدا نے آسمان پر کیا اور تمہارا
نکاح تمہارے باپوں نے زمین پر کیا۔ امہات المومنین میں سوائے زینب کے کوئی بی بی
حضرت عائشہ کے مد مقابل نہ تھی یہی ان کا مقابلہ کرتی تھیں اور اکثر ایسے مواقع پر غالب

رہتی تھیں یہ ایسی راستباز اور منصف مزاج تھیں کہ باوجود رقابت اور مقابلے کے حضرت عائشہ رض کے افک کے مقدمے میں نفس الامری واقعے کے خلاف ایک لفظ بھی تو نہیں کہا چنانچہ عائشہ رض کہتی ہیں کہ منافقوں نے مجھ پر تہمت لگائی تو پیغمبر صاحب نے زینب سے میری بابت دریافت فرمایا اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے علم میں عائشہ بالکل بے لوث ہیں۔

بی بی زینب نہایت سخی اور فیاض عورت تھیں اور ان کی طبیعت میں رحمدلی اور ہمدردی کا قدرتی مادہ تھا اپنے ہاتھ سے چمڑے کو دباغت دیتیں اور جتنی کچھ اس سے آمدنی ہوتی محلے کے یتیموں اور محتاجوں کو تقسیم کر دیتیں پیغمبر صاحب نے ان ہی کے حق میں فرمایا تھا اسرعکن لحوقا بی اطولکن یداً یعنی تم میں سے جس کے ہاتھ دراز ہیں وہی مجھ سے جلدی ملے گی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر صاحب کی اس حدیث کو سنکر تمام ازواج مطہرات اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں کہ دیکھیں کس کے ہاتھ لمبے ہیں حالانکہ پیغمبر صاحب کے اطولکن یداً سے مراد تھی کہ جو تم میں زیادہ سخی اور فیاض ہے سو یہ صفت بجز زینب کے اور کسی بی بی میں پائی نہ جاتی تھی کہ وہ اپنے ہاتھ سے مزدوری کرتی اور مزدوری سے جو حاصل ہوتا وہ راہِ خدا میں صرف کر دیتی تھیں اور وہی سب سے پہلے پیغمبر صاحب سے جا ملیں۔

جب حضرت عمر رض پیغمبر صاحب کے دوسرے جانشین ہوئے تو اُنھوں نے امہات المومنین سے ہر ایک کیلئے بارہ ہزار درم سالانہ مقرر کئے یہ رقم ہر ام المومنین کو سال کے سال گھر بیٹھے پہنچ جایا کرتی تھی بی بی زینب کو جو رقم ملتی یہ اُسے اپنے محتاج رشتہ داروں اور یتیموں کو خیرات کر دیتیں ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت عمر رض نے ان کا سالانہ وظیفہ ان کے پاس بھیجا اور اُنھوں نے اُسے فوراً خیرات کر دیا حضرت عمر رض کو معلوم ہوا تو ایک ہزار درہم لیکر خود آئے اور بی بی زینب کے سامنے

رکھدیئے بی بی زینب نے پردے میں سے اپنی لونڈی کو بلاکر کہا کہ اسے بھی ابھی تقسیم کروا اور دعا کی کہ خداوندا اس کے بعد عمر بن الخطاب کی عطا مجھے نہ پاسکے ام المومنین زینب کو ایسا خیال ہوا کہ مجھے مسرفہ سمجھا چنانچہ اسی سال کے آخر میں انکا انتقال ہوگیا حضرت عمر نے جنازہ کی نماز پڑھائی اسامہ بن زید اور محمد بن عبداللہ بن جحش نے قبر میں اُتارا۔ انتقال کے وقت ان کی پچاس برس کی عمر تھی کیونکہ ہجرت سے تیس برس پہلے پیدا ہوئیں سنہ ۲۰ھ میں انتقال کیا۔ ان کی قبر جنت البقیع میں ہے۔

ہمکو تو نکاح زینب کے دواعی دیکھنے ہیں کہ کس غرض سے پیغمبر صاحب نے زینب کے ساتھ نکاح کیا تو دواعی کئی ہیں (۱) زینب کا اسلام کہ وہ شروع کے اسلام لانے والوں میں تھیں (۲) ان کا دین کی خاطر ہجرت کرآنا (۳) پیغمبر صاحب کے ساتھ ان کی قرابت قریبہ کہ دونوں ماموں پھوپی کے بھائی بہن تھے (۴) باوجودیکہ ان کی اپنی مرضی نہ تھی پیغمبر صاحب نے پیغمبری کے اختیار سے انکا نکاح زید بن حارث سے کردیا اور یہ مان گئیں۔ عورت ذات اور عورت بھی عبدالمطلب رئیس قریش کی نواسی اس سے بڑھکر کہ پیغمبر صاحب کی فرمانبرداری کیا کرتی ہم تو اُس کو مردوں کے جہاد کے برابر سمجھتے ہیں پیغمبر صاحب کی زندگی کے واقعات میں نکاح زینب بھی ایک مہتم بالشان واقعہ ہے جسکو وقوع واقعہ کے وقت سے بڑے شدومد کے ساتھ پیغمبر کے خلاف میں بایں بیان پیش کیا جاتا ہے کہ پیغمبر صاحب نے زینب کو اپنی زوجیت میں لینے کے لئے اس کو زید سے طلاق دلوائی بھلا اس جھوٹ کا بھی کچھ ٹھکانا ہے شروع سے آخر تک زید کے ساتھ پیغمبر صاحب کا شفقتانہ برتاؤ کسی طرح اس بدگمانی کی اجازت نہیں دیتا۔ زید خدیجہؓ کا زرخرید غلام تھا خدیجہؓ نے پیغمبر صاحب کی غلامی میں دیا پیغمبر صاحب نے لیتے ہی آزاد کردیا اور پھر اس کو اپنے پیار سے پالا

کہ اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا یہ اسی پیار اخلاص کا اثر تھا کہ زید کے چچا نے زید کو لیجانا چاہا اور پیغمبر صاحب نے خوشی راضی زید کو اختیار بھی دیا مگر اُس نے پیغمبر صاحب کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا غرض پیغمبر صاحب شفیق باپ کا سا برتاؤ کرتے تھے تو زید سعادتمند فرزند کا سا زید سریہ موتہ میں ۸ھ ہجری کو مارا گیا۔ زید کے شہید ہوئے پیچھے ویسی ہی پرداخت و پرورش زید کے بیٹے اسامہ کی فرماتے رہے چنانچہ عین مرض الموت میں روم کو لشکر روانہ کرنا تھا ابوبکر جیسے کارگذار تجربہ کار صحابیوں کے ہوتے ہوئے غیر تجربہ کار اسامہ کو سپہ سالار بنایا پیغمبر صاحب اور زید کی ان خصوصیتوں کا خیال کرو تو پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا گمان ہو ہی نہیں سکتا کہ اُنھوں نے زینب کو اپنی زوجیت میں لینے کیلئے زید سے طلاق دلوائی ہو یمعولی اخلاق کا آدمی ایسا نہیں کرسکتا نہ کہ پیغمبر صاحب۔

پھر پیغمبر صاحب کو زینب کی ایسی ضرورت ہی کیا پڑی تھی زینب کے نکاح کے وقت چار بیبیاں پیغمبر صاحب کے پاس موجود تھیں اگر زینب حسن و جمال میں سر برآوردہ تھیں جیسا کہ معترض خیال کرتے ہیں وہ تو کوئی غیر نہ تھیں ۳۱ برس کی عمر میں انکا پہلا نکاح زید سے ہوا۔ اسی اثنا میں بارہا پیغمبر صاحب نے ان کو ضرور دیکھا ہوگا۔ نعوذ باللہ اگر ایسے حسن پرست تھے تو زینب کی اُٹھتی جوانی میں اُن سے نکاح کر لیتے۔

ام المومنین حبیبہ رضی اللہ عنہا

نام تو تھا رملہ مگر اُنھوں نے اپنی بیٹی کے نام پر جو اُن کے پہلے شوہر عبداللہ بن جحش سے پیدا ہوئی تھیں اپنی کنیت ام حبیبہ رکھدی تھی اور اسی کنیت کے ساتھ اس نام سے زیادہ مشہور بھی تھی ان کا باپ ابوسفیان بن حرب

عرب کے ان نامور اور مشہور قبیلے بنو امیہ کا معزز و ممتاز اور نہایت جری اور دلیر سردار تھا جس کی شجاعت و بہادری سارے عرب کو تسلیم تھی اور جسکی متکبرانہ عزت و جاہ کا ڈنکا ممالک مشرقیہ میں بج رہا تھا اور خود ابو سفیان بڑے جاہ و جلال کا آدمی تھا اور اس کی اولوالعزمیاں اور معرکہ آرائیاں اقوام روزگار میں ضرب المثل تھیں۔ شاہان روم و فارس اس کی قدر و منزلت کرتے تھے اور ان کے پُرشوکت اور جاہ و جلال سے بھرے دربار میں انتہا سے زیادہ اس کی عظمت و وقعت کی جاتی تھی جس زمانہ میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ روم ہرقل کو تبلیغ اسلام کی غرض سے اپنا خط روانہ فرمایا ابو سفیان بیت المقدس میں موجود تھا اور ہرقل نے پیغمبر صاحب کے حالات و واقعات اس سے دریافت کئے تھے مسلمان ہونے سے پہلے اس نے اسلام کی اشاعت اور پیغمبر اسلام کی کامیابیوں میں چند در چند رکاوٹیں پیدا کردی تھیں مگر مسلمان ہونے کے بعد ویسی ہی اسلام کی خدمت کی اور اُسکے رواج دینے میں کوشش بھی کی جیسی اُس کے چلتی گاڑی میں روڑے اٹکائے تھے ابو سفیان کے بیٹے معاویہ جو ام حبیبہ کے حقیقی بھائی تھے اور جن کی نسل میں تراسی برس چار مہینے تک اسلامی خلافت رہی اپنے باپ سے بڑھکر اسلام کے فدائی اور جانباز ثابت ہوئے انھوں نے نہ صرف مشرقی ملکوں میں بلکہ یورپ اور افریقہ کی پہاڑیوں تک میں اسلام کا شاندار جھنڈا گاڑدیا اور اسپین اور قرطبہ کے تاریک جنگلوں تک کو اسلام کی روشنی سے چمکیلا بنادیا۔ ابو سفیان اسلام لانے سے پیشتر پیغمبر صاحب کا سخت مخالف تھا اور یہ مخالفت گو بظاہر اختلاف مذہب کی وجہ سے تھی مگر تاریخی واقعات بتارہے ہیں کہ یہ اثر تھا اس خاندانی نزاع کا جو عبد مناف کے بیٹوں عبد الشمس اور ہاشم کی اولاد میں صدیوں سے چلی آتی تھی۔

قبیلہ قریش جس میں کہ پیغمبر صاحب تھے جیسا دستور ہے اور زمانہ کے ساتھ کئی شاخوں میں منقسم ہو گیا تھا مگر تھے سب خانہ کعبہ کے متولی یا مجاور اور اسی تولیت پر ان کی وجاہت اور معاش کا انحصار تھا تو آئے دن ان لوگوں میں خدمات کعبہ اور آمدنی متعلقہ خدمات کے بانٹ چونٹ پر جھگڑے اور بکھیڑے رہا کرتے تھے یہانتک کہ کبھی کبھی خونریزی تک کی نوبت پہنچ جاتی تھی ہم زیادہ دُور جانا نہیں چاہتے پیغمبر صاحب کی چوتھی پشت میں عبد مناف گزرے ہیں کہتے ہیں کہ ان کے دو بیٹے ہاشم اور عبد شمس جوڑواں پیدا ہوئے اس طرح پر کہ عبد شمس کے پاؤں کا تلوا ہاشم کے ماتھے سے چپاں تھا جو آخر کو کاٹ کر الگ کیا گیا یہ دیکھکر اُس وقت نجومیوں نے پیشین گوئی کی کہ انکی نسلوں میں تلوار چلا کریگی چنانچہ ایسا ہی ہوا ہم اگر اُس زمانے میں ہوتے اور کہانت بھی کرتے ہوتے تو اسی پیشین گوئی کو ادا کرتے کہ ہاشم کی نسل عبد شمس کی نسل کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہوگی اس لئے کہ عبد شمس پاؤں اسے ہاشم کے ماتھے کو ٹھکرا رہا ہے اس تفریق کو پیش نظر رکھنے کیلئے ہم عبد شمس اور ہاشم دونوں کی نسل کے مختصر نسب نامے بھی ذیل میں بتا دیتے ہیں۔

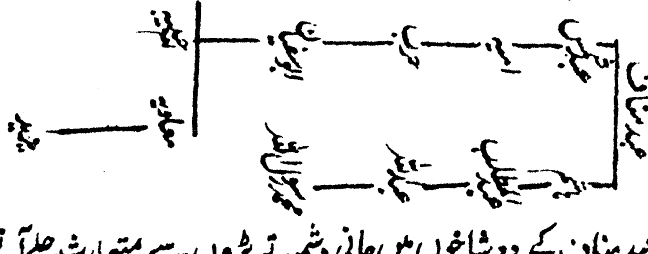

عبد مناف کے دو شاخوں میں جانی دشمن تو بڑوں سے متوارث چلے آتے تھے پیغمبر صاحب کے دعوئ نبوت نے وہ کیا جو آگ کے ساتھ تیل کیا کرتا ہی جو لوگ بنی ہاشم کی برتری کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکیں وہ کب گوارا کر سکتے تھے

ان میں کا ایک اور وہ بھی تنہا بے پناہ خستہ حال ہمارے دین آبائی کو لغو و باطل قرار دیکر آپ تمام جزیرۂ عرب کا ہادی اور پیشوا اور متبوع بنے تو ہم اُسکے مقابلے میں کچھ بھی نہ ٹھہرے توحید باری کی روسے تو تمام قبائل قریش تمام جزیرۂ عرب اور بشمول یہود و نصاریٰ تمام اہل مذاہب سے مقابلہ تھا اور ہے اور رہیگا مگر پیغمبر صاحب کو زیادہ تر ایذائیں پہنچیں اہل مکہ سے جن میں رہتے تھے ؎

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب　　تم کو بیرحمی یاران وطن یاد نہیں

اہل مکہ میں سب سے بڑھکر رشتہ داروں سے الارقاب کا لعقارب میں ایک موذی ابوسفیان بھی تھا کہ پیغمبر صاحب جب نبوت کے تیرہ برس بعد اہل مکہ کی ایذادہی سے عاجز آکر مکہ چھوڑ مدینہ جارہے تھے اس پر بھی موذیوں نے چین سے بیٹھنے نہ دیا یہانتک کہ ہجرت کے بعد بدر کی مشہور لڑائی ہوئی اس میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔

ابوسفیان قبیلہ قریش کا سردار ہوا تو ہجرت کے تیسرے برس جنگ احد میں اور پانچویں برس جنگ احزاب میں لشکر لیکر مدینے پر حملہ آور ہوا غرض برابر پیغمبر صاحب اور اسلام کی بیخ کنی میں لگا رہا مگر کسی کا بال بھی بیکا نہ کرسکا یہانتک کہ پیغمبر صاحب نے ہجرت کے آٹھویں برس خود مکہ پر چڑھائی کی اس کو خبر لگی تو وہ ٹوہ لینے مدینے آیا لشکر اسلام کی کثرت دیکھکر مکے والوں کو جا خبر دی کہ مسلمانوں سے لڑنے کا نام بھی نہ لینا چنانچہ مکہ بے لڑے فتح ہوگیا اور ابوسفیان اور اس کا بیٹا معاویہ اور سارا گھر کا گھر مسلمان ہوگیا۔

ابوسفیان حقیقت میں فرعون امت تھا اور اس کا اسلام بھی فرعون کا سا اسلام تھا حتیٰ اذا ادرکہ الغرق قال آمنت انہ لا الٰہ الا الذی آمنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین آلآن وقد عصیت قبل وکنت

مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ط سورہ یونس ترجمہ - یہانتک کہ جب فرعون کے سر پر ڈوباؤ پانی آپہنچا
تو لگا کہنے کہ اب مجھکو یقین آگیا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اُسکے سوا اور
کوئی معبود نہیں اور (اب) میں بھی اس کے فرمانبرداروں میں ہوں (تو خدا نے اُسکو
ملامت کی اور فرمایا) کیا اب (ایسے وقت میں ایمان!) پہلے تیرا حال تو یہ تھا کہ اس
سے) پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا اور تو مفسدوں میں پہلے ایک ہی مفسد تھا - ترجمہ
سورۂ یونس ختم شد - پیغمبر صاحب کے ساتھ جو اس خاندان کو عداوت تھی اس کا
کسیقدر اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جنگ احد میں پیغمبر صاحب کے چچا حمزہ بن
عبد المطلب شہید ہوئے تو اُس نے پیٹ پھاڑ کر ان کا جگر نکالا اور اسی کو چبا
گئے نگلا نہ گیا تو تھوک دیا اسی خاندانی بیٹی تھیں ام حبیبہ ان کے حالات
پڑھکر خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ الهدٰی [۵۱] ایۃ امر من لدیہ ۵

کہ آری خلیلے زبت خانہ — کنی آشنائے زبیگانہ

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم — ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی است

اہل مکہ نے برابر ۱۳ برس جیسی جیسی ایذائیں پیغمبر اور اُن کے مریدان کو دی تھیں
ان کا وہ سلوک تو جزاءُ [۵۲] سیئۃ سیئۃ مثلہا کی رُو سے مستحق تھا کہ پیغمبر صاحب
فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ کو محفوظ [۵۳] چھوڑ کر رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ
دَيَّارًا پر عمل کریں مگر نہیں سے تو ہمکو پیغمبر صاحب کی صداقت کا بڑا قوی ثبوت ملتا ہے

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن [۵۴] الی من اسا

---

۵۱ ہدایت خدا کی طرف سے ہے ۱۲ ۵۲ برائی کا بدلہ ہے اس جیسی بُرائی ۱۲
۵۳ اے میرے پروردگار ان کافروں میں سے کسی متنفس کو زندہ نہ چھوڑ کہ روئے زمین
پر بستا نظر آئے ۱۲ ۵۴ جو برائی کرے تم اسکے ساتھ بھلائی کرے ۱۲-

کہ اُنھوں نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے امن عام کی منادی کرادی اور شہر میں داخل ہوئے تو اونٹنی پر سر جھکائے سجدہ شکر بجالاتے ہوئے داخل ہوئے جس سے سب پر ظاہر ہوگیا کہ ان کو کسی سے ذاتی پرخاش تھی ہی نہیں الحب للہ والبغض فی اللہ ابو سفیان کے ساتھ تو وہ کیا کہ گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دو۔ آدمی تھا غیور اور مغرور اتنا اس کی ریاست کا لحاظ کیا کہ امن عام کی منادی میں اس کا نام خصوصیت کیساتھ داخل تھا من دخل دار ابی سفیان فھو آمن پھر فتح مکہ کے ایک مہینے بعد حنین کی لڑائی ہوئی تو اس میں مسلمانوں کو بہت لوٹ ملی تھی اس اثنا میں ابو سفیان بھی مسلمانوں میں آملا تھا پیغمبر صاحب نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کیا تو ابو سفیان کی خوشی کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی اس کو اور اُس کے بیٹوں معاویہ اور یزید کو مرحمت فرمائے کہ آخر تھا تو آدمی الانسان عبید الاحسان مارے شرم کے آنکھیں سامنے نہیں کرسکتا تھا اور پھر تو وہ غزوۂ طائف میں شریک جہاد ہوا اور ایک آنکھ کھو آیا پھر حضرت عمرؓ کی خلافت میں یرموک کی لڑائی ہوئی اس میں بھی ابو سفیان شرمندگی مٹانے کو شریک تھے اور دوسری آنکھ کھو آئے ہمکو ابو سفیان کی پچھلی مخالفتوں کا خیال آتا ہے ادب و تعظیم تو درکنار انکا نام لینے کو بھی جی نہیں چاہتا مگر پھر سوچتے ہیں تو ہمارا غیظ و غضب جو کچھ بھی ہے جو متفرع ہے پیغمبر صاحب اور اسلام کی ہوا خواہی پر لیکن پیغمبر صاحب سے بڑھکر تو ہمکو اسلام کا درد ہونے سے رہا اُنھوں نے تو ابو سفیان کے اسلام کو الالہی سے تھا تو اور دب کر تھا تو بطیب خاطر مان کر اس کے پچھلے قصور سب معاف کر دیئے تھے اور یہاں تک کہ اس کی طرف سے مطمئن ہو گئے تھے کہ اس کو نجران کا عامل مقرر کر دیا تھا پس خدا رسول جس کا قصور معاف کریں ہمکو کیا حق ہے کہ ہم اسکو

ملہ خدا ہی کے لئے محبت کی جاتی ہے اور خدا ہی کے بارے میں دشمنی ۱۲

قبیلہ بنوخزاعہ سے لڑ پڑے جو پیغمبر صاحب کا حلیف اور ہم عہد تھا اور معاہدہ یہ تھا کہ پیغمبر صاحب کے کسی حلیف سے نہیں لڑینگے اب جو قریش کی طرف سے نقض عہد ہوا تو ابوسفیان کو جدید عہد کرنے کی غرض سے مدینے جانا پڑا یہاں آئے تو اپنی بیٹی ام حبیبہ سے ملنے کیلئے ان کے مکان پر پہنچے بی بی ام حبیبہ نے ان کو اندر بلالیا اور جھٹ اس گدے کو تہ کرکے الگ رکھدیا جس پر پیغمبر صاحب تشریف رکھا کرتے تھے ابوسفیان نے اس بی بی یہ حرکت دیکھکر پوچھا کہ کیا تم نے یہ گدا اس غرض سے اُٹھالیا کہ میں اس پر نہ بیٹھ سکوں بی بی ام حبیبہ نے مذہبی جوش کی دہن میں کہا کہ ہاں اس ارادہ سے اُٹھایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم مشرک ہو اور پیغمبر خدا کا فرش ہے ابوسفیان نے کہا۔ ام حبیبہ تو بہت ہی برائی او گمراہی میں مبتلا ہوگئی ہے لیکن تاہم وہ دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے اور کسی قسم کی کدورت ظاہر نہیں کی بی بی ام حبیبہ کا انتقال مدینہ ۴۴ھ میں ہوا اور بقیع قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

ام المومنین بی بی جویریہؓ

ان کا اصلی نام برّہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ۔ جذیمہ کا دوسرا نام مصطلق بھی تھا اور قبیلہ بنی مصطلق اسی کی طرف منسوب تھا قبیلہ بنوالمصطلق چونکہ قبیلہ بنوخزاعہ کی ایک شاخ تھا کیونکہ جذیمہ کی پانچویں پشت اوپر ایک شخص عمرو نامی ہے جو ابوخزاعہ کہلاتا تھا۔ اس لئے بنوالمصطلق اور بنوخزاعہ دونوں ایک ہی جدّ اعلیٰ کی اولاد ہیں اور اسی وجہ سے یہ قبائل خزاعہ اور المصطلق کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ حارث بن ابی ضرار جویریہ کے باپ جو قبیلہ بنوالمصطلق کے سردار تھے ایک بڑے نامور بہادر اور مشہور شہسوار تھے اور اسی سبب سے یہ سارے کا سارا قبیلہ شجاعت اور دلیری میں بڑا

نام پا چکا تھا۔

بی بی جویریہ ہجرت مدینے سے تقریباً ۱۹ برس پہلے پیدا ہوئیں۔ انکا پہلا نکاح ان کے باپ حارث نے اپنے ہی خاندان کے ایک نوجوان مسافع بن صفوان کے ساتھ کر دیا تھا جو بڑا دل چلا اور بہادر شہسوار تھا۔ جس زمانہ میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ربیع الاول ۵ھ میں قلعہ دومۃ الجندل پر چڑھائی کرنے کی غرض سے ادہر تشریف لے گئے تھے۔ جویریہ کا باپ حارث چپکے چپکے مدینہ پر حملہ آور ہوا اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا اُس نے اپنے گرد و نواح کے تمام قبائل کو مسلمانوں سے لڑنے کے لئے مدعو کیا اور سب مسلح ہو کر اُس کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئے پیغمبر صاحب مدینے واپس آئے تو آپ نے سُنا کہ بنو المصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار ایک جماعت کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ لڑنے پر آمادہ ہے آپ نے فوراً بریدہ بن الحصیب کو اس خبر کی تحقیق و بنو المصطلق کی تفتیش حالات کے لئے روانہ کیا۔ بریدہ مدینے سے نکل موضع فرع کے متصل پہنچے جو بنو المصطلق کے چشمہ مریسیع سے بقدر مسافت یک روزہ ورلی طرف واقع ہے یہاں پہونچکر دیکھتے ہیں کہ حارث بن ابی ضرار کی فوجیں پھیلی پڑی ہیں یہ سب سے پہلے حارث کے پاس گئے اُس نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا تمہاری قوم کا ایک شخص ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ محمد سے لڑنے پر آمادہ ہوئے ہو۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بھی اجازت دو کہ اپنے لوگوں کو جمع کر کے لاؤں تاکہ ہم تم دونوں ید واحد ہو کر اسپر حملہ کریں۔ اور اس کے نئے دین و مذہب کو جڑ بنیاد سے اُکھاڑ پھینکیں۔ حارث یہ سنکر بہت خوش ہوا۔ اور بریدہ کو اپنا ہم آہنگ خیال کر کے سارا راز کھول دیا بریدہ یہ کہکر واپس آئے اور پیغمبر صاحب سے ان کے تمام حالات بیان کئے

میرے خیال میں تو کوئی عورت اپنی قوم کے لئے ایسی بابرکت ثابت ہوئی نہیں۔ اسکے تھوڑے ہی دنوں بعد جویریہ کے والد حارث بہت سے اونٹ اور مال واسباب ساتھ لیکر ان کے چھڑانے کو مدینے روانہ ہوگئے اور جب موضع عقیق میں پہونچے تو اپنے اونٹوں کو چرنے چھوڑ دیا۔ ان میں دو اونٹ ان کو بہت ہی بھلے معلوم ہوئے جنکو انھوں نے عقیق کی کسی گھاٹی میں اس خیال سے چھپا دیا کہ اگر مدینے لیجاؤنگا۔ تو جویریہ کی چھڑائی میں چاروناچار دینے پڑیں گے مدینے سے اونٹوں کو اپنے ہمراہ لیتا جاؤنگا۔ الغرض مدینے پہونچکر پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تم میری بیٹی کو قید کر لائے ہو۔ لو اس کا فدیہ لے لو اور بیٹی کو میرے ہمراہ کردو۔ حارث کو ابھی تک معلوم نہ تھا کہ پیغمبر صاحب نے اس کی بیٹی کو آزاد کرکے خود اس سے نکاح کر لیا ہے اور نہ یہ معلوم تھا کہ اس نکاح کی برکت سے اسکی تمام قوم نے آزادی حاصل کر لی ہے تو جب حارث نے تمام اونٹ اور اموال پیش کئے پیغمبر صاحب نے پوچھا کہ بھلا وہ دو اونٹ کہاں ہیں۔ جنکو تم عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا آئے ہو یہ سنتے ہی حارث مسلمان ہوگیا۔ اور کہا واللہ تم خدا کے بھیجے ہوئے سچے پیغمبر ہو۔ کیونکہ ان اونٹوں کے چھپانے کو بجز خدا کے اور کوئی جانتا نہیں تھا اور اسی نے تم کو معلوم کرا دیا حارث مسلمان ہوچکا تو اب اُسے معلوم ہوا کہ اس کی بیٹی جویریہ جس کے چھڑانے کیلئے وہ بہت سا مال واسباب لیکر دور و دراز کا سفر طے کرکے آیا تھا پیغمبر صاحب کے نکاح میں ہیں۔

اس پر جس قدر اُسے خوشی ہوئی بیان سے باہر ہے۔ الغرض بیٹی سے ملا اور اپنی قوم کو ساتھ لے خوشی خوشی اپنے مقام پر واپس آگیا بی بی جویریہ نہایت عبادت گذار اور زاہد عورت تھیں نماز پنجگانہ کے علاوہ اکثر اوقات نوافل اور دعا

اور استغفار میں مصروف رہتیں۔ اور حالت بیداری میں بہت ہی کم اوقات
میں مصلے چھوڑتی تھیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز صبحکو اُن کے
حجرے میں تشریف لیگئے۔ دیکھا تو یہ مصلے پر بیٹھی ہیں اور کچھ پڑھ رہی ہیں اتفاق
سے اُسی روز قریب دوپہر کے پھر تشریف لے گئے اب بھی ان کو مصلے ہی پر بیٹھا
پایا پیغمبر صاحب نے فرمایا جویریہ! کیا تم صبح سے ابتک مصلی ہی پر بیٹھی ہو۔ انھوں نے عرض کیا
جی ہاں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا میں تمھیں چند کلمات بتاتا ہوں کہ اگر وہ تم ایک دفعہ
بھی کہہ لیا کرو تو سارے دن کی نفل عبادت سے بہتر ہو وہ کلمات یہ ہیں۔

سبحان اللہِ عدد خلقہ۔ سبحان اللہ	ہم خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں
عدد خلقہ سبحان اللہ عدد خلقہ	اُس کی مخلوقات کی گنتی کے برابر
سبحان اللہ رضی نفسہ۔ سبحان اللہ	ہم خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں اُسکی
رضی انفسہ۔ سبحان اللہ رضیٰ نفسہ	مرضی کے برابر۔ ہم خدا کی پاکی بیان
سبحان اللہ زنۃ عرشہ سبحان اللہِ	کرتے ہیں۔ اُس کے تخت کبریائی کے
زنۃ عرشہ سبحان اللہ زنۃ عرشہ	وزن کے برابر۔ ہم خدا کی پاکی بیان
سبحان اللہ مداد کلماتہ سبحان اللہ	کرتے ہیں اُس کی سیاہی کے برابر
مداد کلماتہ سبحان اللہ مداد کلماتہ	جس سے اُسکی باتیں لکھی جاتی ہیں۔

ام المومنین جویریہ نے ۵۶ھ میں مدینے میں انتقال فرمایا اور بقیع میں
مدفون ہوئیں۔ اُس وقت معاویہ بن ابی سفیان برسر خلافت تھے۔ حضرت ابن
عباس اور جابر بن عبداللہ ابن عمر وغیرہم نے اُن سے بہت سی حدیثیں
روایت کی ہیں۔

حالات مذکورہ ابن اثیر کی کتاب اسد الغابہ سے لئے گئے ہیں ان میں
ایک معاملہ تبدیل نام کا ہے کہ ام المومنین جویریہ کا اصلی نام برہ تھا جسکو بدل کر

پیغمبر صاحب نے جویریہ کر دیا تھا۔ جویرہ۔ تصغیر شفقت ہے جاریہ کی جس کے معنی
لڑکی کے ہیں پیغمبر صاحب ناموں کا بہت خیال رکھتے اور اکثر بُرے ناموں کو اچھوں سے
بدل دیا کرتے تھے اتفاق سے پیغمبر صاحب ربیبہ زینب بنت ابی سلمہ اور آپکی
بی بی ام المومنین جویریہ بنت الحارث دونوں کا نام برہ تھا پیغمبر صاحب نے
پہلی کا نام زینب اور دوسری کا جویریہ کر دیا۔ پیغمبر صاحب نے بہتوں کے نام بدلے
ہیں ازانجملہ حزن کا سہل۔ حرب کا سلم۔ عاصیہ کا جمیلہ۔ تو واقع میں پہلے نام حزن۔
حرب۔ عاصیہ بُرے ہی تھے۔ لیکن برہ ایسا بُرا تو نہیں۔ مگر اسمیں میاں مٹھو کی قسم کی
بُرائی تو ہے لَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ایک شخص کا نام تھا پیغمبر صاحب نے
اس نام کو ناپسند فرمایا۔ اور کہا ان اللہ تعالیٰ ہو الحکم والیہ الحکم۔ ایک وہ تھے کہ ایسی
ایسی باتوں کا خیال رکھتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ ناموں سے اور خطابوں سے کبر و
نخوت ظاہر ہے یہ تو افراط ہے اور تفریط یہ ہے کہ عاصی اور اثم جزو بنا لیتے ہیں
پیغمبر صاحب ناموں سے تفاول بھی کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ در پیش تھی اہل
مکہ کی طرف سے لوگ پیام صلح لیکر آئے تھے اور شرطیں قرار نہیں پاتی تھیں اہل
مکہ بات بات پر ناحق کی ہیکڑی اور ضد کرتے تھے آخر کو سہیل بن عمرو آئے
اور پیغمبر صاحب نے ان کو دیکھکر فرمایا بس اب آسانی سے معاملہ تصفیہ پا جائیگا
اور یہ اس لئے کہ لفظ سہیل سہولیت سے مشتق ہے۔ پیغمبر صاحب کے حال میں
لکھا ہے کہ ان کو فال یعنی فال نیک بہت پسند تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت
فال میں دعا مضمر ہوتی ہے۔ گو دعا کے لفظ موقعہ سے نہ کہے جائیں یعنی فال
لینے والا چاہتا ہے کہ فلاں امر جس میں فال لیتا ہے۔ اس کے حسب دلخواہ
واقع ہو اور یہی دعا ہے فال سے ایک بات یہ بھی پائی جاتی ہے کہ فال لینے
والا غیب نہیں جانتا۔ پیغمبر صاحب تو برابر اپنے مریدوں سے پکار کے کہتے تھے

لا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک اور لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یؤمنون اور عندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو اور ما ادری ما یفعل بی ولا بکم

ام المومنین بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام تھا صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعنہ بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی حبیب بن النضیر بن التحام بن ناخوم بنی اسرائیل کا نامور اور مشہور سردار تھا جو لاوی بن یعقوب کی نسل میں تھا اور لاوی بن یعقوب موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون بن عمران کی نسل میں تھے تو بی بی صفیہ ہارون پیغمبر کی نسل میں ہوئیں۔ یہی وجہ تھی کہ یہودیوں میں ان کا حسب ونسب نہایت معزز اور باوقار تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور اسی سبب سے اس زمانہ کے یہودی اُن کے باپ حیی کی حد سے زیادہ قدر ومنزلت کرتے تھے۔ اور یہ اُن میں ایک معزز سردار مانے جاتے تھے بی بی صفیہ کی ماں کا نام ضرّہ تھا۔ اور وہ بیٹی تھیں سموئل کی جو سارے جزیرۂ عرب میں شجاعت اور دلیری میں مشہور تھا۔ اور جس کی ہمدردی اور وفاداری تمام لوگوں میں ضرب المثل تھی۔

صفیہ جبکہ چودہ برس کی تھیں ان کے باپ حیی بن اخطب نے سلام بن مشکم یہودی سے ان کی شادی کر دی تھی جو ایک مشہور شہسوار اور شاعر تھا مگر میاں بیوی میں کچھ ایسی ان بن ہوئی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سلام بن مشکم نے ان کو طلاق دیدی۔ حیی بن اخطب نے ان کی دوسری شادی کنانہ بن ابی الحقیق کے ساتھ کر دی جو یہودیوں میں ایک بڑا نامور اور مسلم شاعر مانا جاتا تھا۔ خیبر کے قلعوں میں ایک بڑا نامی اور مشہور قلعہ تھا جس کا نام

القموص تھا جو اپنے استحکام اور آسائش میں بے نظیر تھا۔ کنانہ بن ابی الحقیق خیبر کا سردار اسی قلعہ میں اپنی بی بی صفیہ کے ساتھ رہتا تھا۔ ۷ھ میں جب خیبر فتح ہوا۔ اور مسلمانوں نے وہاں کے یہودیوں کو شکست دی تو کنانہ مارا گیا۔ اور خیبر کے سب یہودی مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو گئے بی بی صفیہ جو ابھی نئی دلہن تھیں یہ بھی قیدیوں میں شامل تھیں۔

جنگ خیبر کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب اسلام مدینے آیا۔ روز افزوں ترقی کرتا رہا۔ اب کہ مدینے میں اس کو آئے کچھ کم سات برس ہوئے تھے اس نے ترقی کے بہت سے منازل طے کر لیئے تھے اور اسی وجہ سے تمام مخالفین آپ سے جلے مرتے تھے۔ بالخصوص یہودیوں کی حسد اور عداوت کا کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔ مدینے کے گوشہ شمال مغرب میں آٹھ منزل کے فاصلے پر ایک نہایت سرسبز و شاداب زمین تھی جسکو خیبر کہتے تھے اور جس میں دس مشہور اور نہایت محفوظ قلعے واقع تھے یہی قطعہ زمین مرکز تھا یہودیوں کا۔ جن میں یہودیوں کے دو مشہور قبیلے بنی نضیر اور بنی قینقاع بھی مدینے سے جلاوطن کر دیئے گئے تھے شامل ہو گئے تھے۔ یہ لوگ شب و روز اسی فکر میں غلطان و پیچاں رہتے تھے کہ جس طرح بن پڑے اسلام کو ابھرتے نہ دیں اور مسلمانوں کی شوکت جتنی کچھ بھی ہے توڑ دینی چاہیئے جنگ خندق جو ۵ھ میں واقع ہوئی۔ اس کے محرک اور باعث یہی مفسد لوگ تھے لیکن موقع پر تو ان کی کچھ پیش رفت نہ گئی اپنا سا منہ لیکر چلے آئے اب خود ہی دس ہزار کی جمعیت سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے اور اسد اور بنی غطفان عرب کے صحرائی قبائل کو بھی اپنا ہم آہنگ بنا لیا اور جنگ کے سامان کرنے میں بڑی تیزی کے ساتھ مصروف ہوئے جب ان کی ان فتنہ انگیزیوں کی خبر پیغمبر صاحب کو پہنچی تو آپ بخیال تحفظ چودہ سو

مجاہدین کو ہمراہ لے خدا پر بھروسہ کر کے مدینے سے باہر تشریف لائے اور بغایت عجلت کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے مسلمانوں کی اس آمادگی اور روانگی کی خبر پہلے ہی خیبر کے یہودیوں کو دیدی تھی۔ اور وہ لوگ نہایت مستعدی کے ساتھ قلعوں سے نکل کھلے میدان میں لڑنے کو تیار ہو گئے۔ گو مدینے سے خیبر تک آٹھ پڑاؤ کا فاصلہ تھا مگر جناب پیغمبر صاحب نے یہ منزلیں اس تیزی اور جلدی کے ساتھ طے کیں کہ عرب کے صحرائی قبائل یہودیوں کی مدد کو نہ پہنچ سکے اور جو لوگ مدد کو چلے تھے رستے میں سے بایں خوف پلٹ آئے کہ مبادا مسلمان ان کے گھروں پر حملہ کر کے ان کو لوٹ نہ لیں۔ پیغمبر صاحب مارا مار کرتے خیبر کے متصل پہونچ گئے خیبر ایک منزل تھا کہ لشکر اسلام کو رات ہو گئی۔ پیغمبر صاحب نہایت ہوشیاری اور خاموشی سے رات بھر چلتے رہے۔ اور صبح ہوتے ہی دفعتہً خیبر کے دروازے پر پہنچ گئے۔ یہودی ساری رات پاؤں پھیلائے میٹھی نیند سوتے رہے صبح کو اٹھے تو معلوم ہوا کہ لشکر اسلام انکی چھاتی پر موجود ہے اس وقت وہ نہایت پریشان ہوئے۔ اور اب انہیں بجز اس کے کچھ کرتے ہی نہ بن پڑا کہ قلعہ بند ہو گئے۔ قلعوں کے استحکام اور مضبوطی پر ان کو پورا اعتبار تھا انھوں نے خیال کیا کھلے میدان میں لڑے نہ سہی۔ ہمارے قلعے ایسے مستحکم اور مضبوط ہیں کہ مسلمانوں سے ہرگز فتح نہ ہونگے۔ اور آخرکار وہ عاجز آکر محاصرہ اٹھا چل دینگے۔ قریب دوپہر کے لڑائی شروع ہوئی اور یہودیوں نے قلعوں کے اوپر سے پتھر اور تیر برسانے شروع کئے مسلمان اول اول ان کے نامردانہ حملوں کو روکتے رہے لیکن آخرکار ان کے بڑھتے ہوئے جوشوں کے آگے قلعوں کے پتھر اور تیروں کی کچھ حقیقت نہ تھی انھوں نے لگاتار اور تابڑ توڑ حملے کرنے شروع کر دیئے

اور تھوڑی دیر میں تین قلعے فتح کر لئے القموص قلعہ جو سب میں مستحکم اور مضبوط تھا اس کا سر ہونا مشکل ہو گیا۔ بہادر اور شیر دل سالار افواج اسلام نے اگرچہ انتہا تک کوششیں کیں مگر ناکام رہے۔ محاصرہ طول کھینچتا جاتا تھا۔ انجام کار پیغمبر صاحب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو علم دیکر روانہ کیا۔ یہودیوں کی طرف سے حارث اور مرحب دونوں بھائی جو شخصان یہود کے سرگروہ اور دلیرانہ قوم کے ناک تھے ایک جم غفیر کو لیکر باہر نکلے۔ اور مسلمانوں کے حملوں کے روکنے کی کوششیں کرنے لگے۔ دونوں طرف سے جان توڑ ایک دوسرے پر پل پڑے۔ حضرت علی جوش میں بھرے ہوئے آگے بڑھے اور حارث کو جس نے معرکہ جنگ میں تھلکہ ڈال دیا تھا قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھکر مرحب جس کی بہادری کی دہاک تمام لوگوں پر بیٹھی ہوئی تھی بڑے غیظ و غضب کے ساتھ حضرت علی رضی کی طرف بڑھا۔ آپ نے پینترا کاٹ کر ایسی زور سے تلوار ماری کہ مرحب دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا اب علی کرم اللہ وجہہ کے لئے رستہ صاف تھا۔ آپ صف اعدا میں دلیرانہ گھس گئے! انکی یہ حیرتناک دلیری دیکھکر مسلمانوں میں ایک تازہ جوش پیدا ہو گیا اور انھوں نے اپنے سردار کے عقب میں دشمنوں پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ اور ایک سخت خونریزی اور شدید معرکہ کے بعد میدان بالکل صاف ہو گیا۔ بہت سے دشمن قتل کئے گئے اور بقیۃ السیف قلعے کی طرف بھاگے۔ اولوالعزم اور شیر دل مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور حضرت علی اپنے چند جان نثاروں کے ساتھ قلعے کے دروازے تک پہنچ گئے۔ قلعہ کا پھاٹک بند تھا۔ انھوں نے جوش میں آکر پھاٹک کے ایک کواڑ کو زور سے ہلا دیا۔ اور کھینچ کر الگ پھینکدیا پھاٹک کا کھلنا تھا کہ تعاقب کرنے والے مسلمان اندر گھس گئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔ قلعہ القموص کے سر ہوتے ہی یہودیوں کا سارا غرور خاک میں مل گیا اور اب انھوں نے نہایت عاجزی

اور ذلت کے ساتھ امن کی درخواست کی اور چند شرائط پر صلح ہو گئی۔ کنانہ بن ابی الحقیق قلعے ہی میں مارا گیا اور اس کے سارے اہل و عیال جن میں حیی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی صفیہ بھی تھیں قید ہو گئے۔

اسیرانِ یہود پیغمبر صاحب کی خدمت میں پیش کئے گئے اور مال غنیمت ایک جگہ جمع کیا گیا بلال رضؓ بی بی صفیہ اور ایک عورت کو لائے۔ اور اتفاق سے لائے بھی اسی رستے سے جہاں ان کے قبیلے کے مقتولین خاک و خون میں غلطان پڑے تھے۔ یہ وہ دردناک نظارہ تھا جس کو عورت تو عورت مرد بھی مشکل سے دیکھنے کی تاب لا سکتا تھا۔ ایک ہو کا میدان ہو چاروں طرف خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں بھیانک صورت میں پڑی ہوں۔ سارا کنبہ کا کنبہ بھائی بہنوئی چچا رشتے کنبے کے لوگ کٹے پڑے ہوں کوئی ایسا ہی قوی اور مضبوط دل کا ہو گا جو اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اور اس کا دل قابو میں رہے حضرت صفیہ ایسے دردناک منظر کو دیکھتی اور رنج و غم کا گھونٹ خاموشی کے ساتھ پیتی ہوئیں بلال رضؓ کے ساتھ چلی آئیں دوسری عورت مارے خوف و ہیبت کے بے قابو ہو گئی اور ایک چیخ مار کر ادھر ادھر بے تابانہ بھاگنے لگی۔ الغرض بلالؓ کے ساتھ بی بی صفیہ تو خاموشی کے ساتھ ایک طرف کو بیٹھ گئیں اور اُن کے ساتھ کی عورت لگی ملتھا پیٹنے اور چیخنے اور چلانے اور سر پر خاک ڈالنے۔ پیغمبر صاحب نے ان کی یہ بیتابانہ حالت دیکھکر حاضرین سے فرمایا کہ اس شیطان کو یہاں سے نکال دو اور بلال رضؓ کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ خدا نے تمہارے دل سے رحمت و رقت بالکل ہی نکال ڈالی کہ عورتوں کو اس موقع سے لائے جہاں ان کے باپ بھائی بیٹے خاک و خون میں لتھڑے پڑے تھے۔

بی بی صفیہ جب پیغمبر صاحب کے سامنے پیش ہوئیں تو آپ نے اُن کے چہرے پر چند اُبھرے ہوئے نشان دیکھکر پوچھا کہ یہ نشان کیسے ہیں اُنھوں نے

عرض کیا کہ عرصہ ہوا میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے ٹوٹ کر میری گود میں آ پڑا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے باپ سے بیان کیا۔ اُس نے نہایت غیظ میں آکر اس زور سے میرے تھپڑ مارا کہ انگلیوں کے نشان اُبھر آئے اور اب تک باقی ہیں۔ اور کہا کیا تو اپنی گردن یہاں تک اونچی کرے گی کہ ملکہ عرب ہو کر دُنیا میں مشہور ہوگی۔

خیبر کا مال غنیمت اور لونڈی غلام تقسیم ہوئے تو بی بی صفیہ وحیہ کلبی کے حصے میں آئیں جو پیغمبر صاحب کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ بی بی صفیہ آخر تھیں تو ایک معزز سردار کی بیٹی ان کے چہرے سے شاہانہ رعب جلال اور بھی نمایاں تھا اس سے صحابہ نے پیغمبر صاحب سے عرض کیا کہ بی بی صفیہ آپ کے سوا اور کے لئے موزوں نہیں ہے۔ پیغمبر صاحب نے بھی بجائے خود خیال فرمایا کہ اگر صفیہ میرے نکاح میں آئینگی تو سلسلہ برادری کے قائم ہونے سے یہود کی مخالفت میں کمی ہوگی اور یہی مصلحت سمجھکر آپ نے اسی سال کے اوائل میں بی بی ام حبیبہ سے نکاح کیا تھا۔ جس کی وجہ سے ابوسفیان کی مخالفت کا زور کم ہو گیا تھا پس پیغمبر صاحب نے صفیہ کو وحیہ سے واپس لے لیا اور آزاد کر کے نکاح کر لیا۔

پیغمبر صاحب مدینے پہونچے تو بی بی صفیہ کو حارث بن النعمان کے مکان میں الگ ٹھہرایا۔ یہاں تمام ازواج مطہرات اُن سے ملنے آئیں۔ یہ سب سے بہ تواضع اور خندہ پیشانی پیش آئیں۔ یہیں بی بی عائشہؓ بھی اُن کو دیکھنے آئیں پیغمبر صاحب نے اُن سے پوچھا کہ تم نے صفیہ کو کیسا پایا تو اُنھوں نے کہا کیا پایا وہ ایک یہودن ہے اور بس تب پیغمبر صاحب نے فرمایا۔ ایسا مت کہو وہ ایک مسلمان ہے اور اس کا اسلام اچھا اور بہتر ہے اور بی بی صفیہ نہایت نیک دل اور خوش خلق بھی تھیں اور اسی وجہ سے ہر شخص کے ساتھ نرمی اور محبت اور ہمدردی کا برتاؤ کرتی تھیں

اور ازواج مطہرات میں سے بعض بیبیوں نے اُنکے ساتھ بعض مرتبے سختی بھی برتی۔ لیکن اُنھوں نے کبھی کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھی۔ ایک دفعہ بی بی عائشہ اور حفصہ نے ان کے حسب و نسب کے متعلق کوئی دل آزار بات کہی۔ اُنھوں نے خود تو اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ پیغمبر صاحب سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ اگر وہ کہتی ہیں کہ ہم خاندان نبوت میں ہیں تو تم بھی کہدو کہ میرے باپ ہارون ہیں چچا موسیٰ اور شوہر محمدؐ۔ پیغمبر صاحب کی نسل سے بی بی صفیہ کو خصوصیت کے ساتھ محبت تھی۔ جب یہ خیبر سے مدینے آئیں تو فاطمۃ الزہرا پیغمبر صاحب کی صاحبزادی ان کے دیکھنے کو آئیں اُنھوں نے اپنے کانوں کے جھمکے جو بہت ہی بیش قیمت اور جواہرات سے مرصع تھے ان کے نذر کر دیئے۔ اور جتنی بی بی فاطمہ کی سہیلیاں ان کے ساتھ آئیں تھیں سب کو زیور کی قسم کی ایک ایک چیز عنایت کی۔

پیغمبر صاحب بی بی صفیہ کی بہت کچھ وقعت کرتے تھے اور اسکی وجہ اُن کے دیندارانہ اخلاق اور خود پیغمبر صاحب اور اُنکے متعلقین کے ساتھ دلی ہمدردی اور محبت کا اظہار تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیغمبر صاحب سفر میں تھے۔ بی بی زینب بنت جحش اور بی بی صفیہ دونوں ساتھ تھیں ایک مقام پر پہنچکر بی بی صفیہ کا اونٹ جس پر یہ سوار تھیں بیمار ہو گیا۔ بی بی زینب کے پاس کئی اونٹ زائد از ضرورت تھے۔ پیغمبر صاحب نے ان سے فرمایا۔ کہ تم ایک اونٹ صفیہ کو دیدو۔ بی بی زینب اگرچہ انتہا سے زیادہ سیر چشم اور فیاض اور بامروت اور ہمدرد قوم تھیں لیکن بتقاضائے بشریت بیساختہ ان کی زبان سے نکل گیا کہ اس یہودن کو میں اپنا اونٹ ایسا ہی دونگی۔ بی بی زینب کا یہ فقرہ پیغمبر صاحب کو اس درجہ ناگوار گزرا کہ آپ نے اُن سے بولنا چھوڑ دیا۔ اور پورے تین مہینے تک ان کے گھر تشریف نہیں لیگئے۔ بی بی زینب کا بیان ہے کہ پیغمبر صاحب کی اس خفگی سے مجھے ناامیدی سی ہو گئی اور میں سخت نادم ہوئی اور

عہد کیا کہ بار دیگر ایسی بات ہرگز نہیں کہونگی۔
بی بی صفیہ نہایت دانشمند اور عاقبت بین بی بی تھیں۔ انکی طبیعت حق گو انصاف پسند واقع ہوئی تھی یہ سچ بات کے کہنے میں کبھی درگذر ہی نہیں کرتی تھیں۔ پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد آپ کے دوسرے جانشین حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بی بی صفیہ کی لونڈی جو شب و روز ان کے پاس رہتی تھیں دربار عمرؓ میں آکر لگی کہنے کہ بی بی صفیہ یہودیوں کی طرح سبت (ہفتے) کو بہت پسند کرتی اور یہودیوں سے دلی محبت رکھتی ہیں حضرت عمر خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور دونوں باتوں کی نسبت اُن سے استفسار کیا اُنھوں نے جواب دیا کہ عمر اجب سے خدا نے مجھے سبت کے بدلے جمعہ عنایت فرمایا ہے۔ میں اس کو سبت سے بہت زیادہ محترم و بزرگ سمجھتی ہوں۔ رہے یہودی تو چونکہ وہ میرے رشتہ دار اور قرابت مند ہیں بیشک میں ان سے محبت رکھتی ہوں۔ حضرت عمرؓ بی بی صفیہ کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے بعد کو بی بی صفیہ نے لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تو نے امیرالمومنین سے میری شکایت بیجا کیوں کی۔ لونڈی نے سیدھے سبھاؤ جواب دیا کہ بی بی مجھے شیطان نے بہکا دیا حضرت صفیہ نے فرمایا جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کردیا۔ بی بی صفیہ نے ۶۲ سال کی عمر میں ۵۲ھ میں انتقال کیا۔ جبکہ معاویہ بن ابی سفیان تخت خلافت پر متمکن تھے صحابہ اور تابعین کے جم غفیر نے جنازے کی نماز پڑھی اور مدینے کے مشہور قبرستان بقیع میں دفن کیا۔

ام المومنین بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا

ان کے والد کا نام حارث بن حزن تھا۔ جو قبیلہ بنو ہلال کے ایک معزز اور سربرآوردہ شخص تھے ان کی سگی سوتیلی سب ملا کر پندرہ بہنیں اور بھی تھیں

جو سب کی سب صحابیہ تھیں۔ اور جلیل القدر صحابیوں سے بیاہی گئی تھیں ام الفضل لبابۂ صغریٰ لبابہ کبریٰ اسمائے بنت عمیس۔ اور ام المومنین زینب ام المساکین یہ ایسی مشہور اور نامور بیبیاں تھیں جو صحابیات کے رجسٹر میں پہلا نمبر رکھتی تھیں ام الفضل پیغمبر صاحب کے چچا عباس کے نکاح میں تھیں۔ اسماء بنت عمیس پہلے حضرت جعفر سے بیاہی گئیں۔ اور ان کے انتقال کے بعد خلیفہ حضرت عمر کے نکاح میں آئیں اور ان کے بعد حضرت علی کے۔

لبابۂ صغریٰ جنرل افواج اسلام خالد بن ولید کی والدہ تھیں۔ غرض بی بی میمونہ کا سارا خاندان جس طرح ایام جاہلیت میں معزز و نامور تھا۔ اسلام میں بھی نامور و معزز رہا۔ خیارھم فی الجاھلیتہ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا۔

بی بی میمونہ کا اصلی نام برّہ تھا پیغمبر صاحب نے ان کا نام بدل کر میمونہ رکھ لیا۔ ان کا پہلا نکاح قریش کے ایک نوجوان ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا جو چند ہی روز کے بعد انتقال کر گیا۔ بعد میں حضرت عباسؓ اپنی بی بی ام الفضل کی تحریک سے جناب پیغمبر صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میمونہ میری سالی بیوہ ہو گئی اور قرابت اور یگانگی کے چند در چند حقوق اس بات کے متقاضی ہیں کہ آپ ان سے نکاح کر لیں۔ پیغمبر صاحب کو اپنے معزز چچا کی خاطر منظور تھی۔ اور اس کے سوا بی بی میمونہ اپنی دانشمندی اور بیدار مغزی اور سب سے بڑھکر قرابت داری کی وجہ سے اس کی مستحق بھی تھیں کہ پیغمبر صاحب ان کو اپنی زوجیت کا شرف عنایت فرمائیں۔ لیکن چونکہ اس وقت خیبر پر چڑھائی کی تیاریاں نہایت سرگرمی کے ساتھ ہو رہی تھیں۔ میمونہ کے نکاح کے معاملہ کو بالفعل ملتوی رکھا گیا خیبر سے لوٹتے ہو پیغمبر صاحب نے مکے میں اپنے چچا کے پاس پیام بھیجا کہ وہ اپنی وکالت سے میمونہ کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ اسی اثنا میں پیغمبر صاحبؐ نے عمرۃ القضا کا ارادہ کیا اور

صحابہ کے ایک جم غفیر کے ساتھ مکے پہنچے عمرے سے فارغ ہوئے تو جعفر کو میمونہ کے نکاح کا پیام دیکر بھیجا اور اُنھوں نے اپنے بہنوئی عباس کو اپنا وکیل مقرر کیا اور نکاح ہوگیا۔ پیغمبر صاحب نے پانچ سو درہم مہر کے ادا کئے۔ اور بی بی میمونہ کو ساتھ لے مدینے تشریف لے آئے۔

یہ پیغمبر صاحب کا آخری نکاح تھا اس کے بعد پھر آپ نے کوئی نکاح نہیں کیا بی بی میمونہ کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا اور یہ ایک اتفاق کی بات ہے کہ جس مقام پر ان کی رخصت ہوئی وہیں ان کا انتقال بھی ہوا۔ یعنی موضع سرف میں جو مکے سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اسی قبے میں دفن ہوئیں جہاں پیغمبر صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی۔

پیغمبر صاحب کے ازواج مطہرات کے حالات کے متعلق جو کچھ ہمیں لکھنا منظور تھا مختصراً لکھ دیا۔ ازواج مطہرات کے علاوہ کچھ اور عورتیں بھی تھیں جنکو مختلف اوقات میں بطریق ملک یمین پیغمبر صاحب کی خدمت کا شرف حاصل ہوا اور اس طرح کی کئی عورتیں تھیں ایک ماریہ قبطیہ جسکو اسکندریہ کے تاجدار مقوقس نے دیگر تحائف کے ساتھ پیغمبر صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا اور جس کے بطن سے ابراہیم بن رسول اللہ پیدا ہوئے اور حالت رضاعت ہی میں انتقال کیا۔ دوسری ریحانہ بنت شمعون یہودیہ جو غزوہ بنی مصطلق میں پکڑی آئی اور لونڈیوں کی طرح پیغمبر صاحب کی خدمت میں رہ کر آپکی حین حیات میں مر گئی۔ ان کے علاوہ دو اور لونڈیاں تھیں اور وہ جنکو ام المومنین بی بی زینب بنت جحش نے پیغمبر صاحب کی خدمت میں دیدیا تھا۔ اور ایک وہ جو کسی جہاد میں قید ہو کر آئی تھی چونکہ ان دونوں عورتوں کے حالات ہمیں دستیاب نہیں ہوئے اس لئے ہم نے ان کو لیا بھی نہیں۔ ماریہ قبطیہ اور ریحانہ کے متعلق جو کچھ تحقیق ہوا ہے۔ بطریق اجمال ہدیہ ناظرین کیا۔

مختصر فہرست کتب تصانیف شمس العلما مولانا شبلی نعمانی مرحوم رح

سیرۃ النعمان

یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رح کوفی کی سوانح عمری حصہ اول و دوم - امام صاحب کا نام و نسب ولادت سن رشد تعلیم و تربیت شیوخ حدیث درس و افتا و بقیہ زندگی کے پورے مفصل حالات قیمت عہ

سفرنامہ روم و مصر و شام

جس میں علاوہ اُن دلچسپ جزئی واقعات کے جو سلسلہ بیان میں آگئے ہیں ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو بالتفصیل لکھا ہے قیمت عہ

الغزالی یعنی امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری اور اُنکے کلام پر تبصرہ قیمت عہ

سوانح عمری مولوی روم یعنی مولانا جلال الدین رومی کی مفصل سوانح عمری جس میں مثنوی شریف اور دیگر تصنیفات پر نہایت تفصیل سے تقریظ و تبصرہ لکھا گیا ہے عہ

مقالات شبلی رح جسمیں مولانا شبلی کے وہ علمی اور تاریخی مضامین ہیں جو حال میں طبع ہوئے ہیں عہ

حیات سعدی یعنی سوانح عمری شیخ سعدی شیرازی رح قیمت ۸ر

حیات حافظ - یعنی سوانح عمری حضرت خواجہ حافظ شیرازی رح قیمت ۸ر

حیات خسرو یعنی سوانح عمری حضرت امیر خسرو دہلوی قیمت ۸ر

اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر عالمگیر پر جو الزامات دیگر معاندین کیا کرتے ہیں مولانا نے کس خوبی سے انکار کیا ہے قیمت ۸ر

آغاز اسلام مسلمان لڑکیوں کے واسطے نہایت مفید کتاب ہے قیمت ۸ر

الفاروق یعنی مفصل سوانح عمری حضرت فاروق اعظم رض قیمت سے وعا

الہارون یعنی سوانح عمری خلیفہ ہارون الرشید اعظم مع نقشہ سلطنت عباسیہ قیمت عا

تمام درخواستیں بنام سید ظہیر الحسن قومی پریس دہلی چھتہ لال میاں آنا چاہئیں

گاڑھے خان کی سرگذشت

اشتہار کا خلاصہ مِلّن جان ہندوستان میں آئیں اور اپنا رشتہ تلاش کرنے لگیں اتفاق سے گاڑھے خاں سے مِلّن جان کا نکاح ہو گیا۔ تھوڑے دن سلوک رہا جب نا اتفاقی ہوئی گاڑھے خاں نے مِلّن جان کو طلاق دیدی اور جنگل میں جا کر ایک مہاتما سے مشورہ لیا کہ کیا کروں۔ مہاتما کی صلاح پر عمل کیا اور اپنی ڈھاکہ والی پہلی بیوی سے رجوع کیا جنکو ایک عرصہ سے چھوڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ ساری کتاب تلازموں سے لبریز ہے اور ہر تلازمے پر بت کا نشان لگا دیا ہے ہمنے خلاصہ کا بھی اختصار کر دیا ہے زیادہ تعریفی الفاظ فضول ہیں جسکو زبان دانی دیکھنی ہو وہ اس کتاب کو ضرور دیکھے قیمت ۸؍

بزم آخر یعنی دہلی کے دو انیر بادشاہوں کا طریق معاشرت۔ اُجڑنے والے دلی شہر کی آخری بہار جسنے دیکھی اسکے کلیجے پر سانپ لوٹتا ہے مسلمانوں اور مغل امپائر کا چراغ جس آنکھ نے آخری وقت ٹمٹماتا دیکھا ہو اور پھر اسکا گل ہونا بھی نظر سے گذرا ہو۔ وہی اصلی رنج و الم سے بے اختیاری کے دو آنسو بہا سکتا ہے اور پھر قلعہ کی بیگمات کی زبان میں لکھنا ظاہر ہے کہ کس قیامت کا ہوگا قیمت عہ؍

حالات اقوام کرد مولفہ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر۔ کردوں کی معاشرت و رسومات شادی و غمی و مذہبی عقائد اور انکا ترکوں کے ساتھ تعلق سلطان کے محل کے اندرونی حالات او زنانہ دربار کا پورا نقشہ اور والدہ سلطانہ و قادن آفندی کے اختیارات بڑی دلچسپ کتاب ہے قیمت ۶؍

خلافت عمرو بن سعید بانی خلافت بنو امیہ ابو مسلم خراسانی بانی خلافت عباسیہ کے حالات قیمت ۲؍

سوانح ابو جعفر منصور و ابو دلامہ و محمد علی پاشا کے حالات مصنفہ شرر قیمت ۴؍

مخدرات مشاہیر عالم مشہور مورخ مولانا عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی کی تصنیف ہے جسمیں چند نامور و ممتاز خاتونان زمن کے مفصل حالات زندگی اور ان کی کارگذاریاں فی زمانہ دیکھنے والے سبق ہیں کہ مذہب اسلام کی مشاہیر کو ہمنے ایک جلد میں اور دیگر مذاہب کی مشاہیر کو دوسری جلد میں کر دیا ہے از سر نو تینوں جلدوں کو ترتیب دیکر دو جلدیں مرتب کر دی ہیں جو از سر نو طبع ہوئی ہیں تینوں کی قیمت ہے تھی اب ۸؍

تمام درخواستیں بنام سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی۔ چھتہ لال میاں آنا چاہئیں